

بساط

از قلم: عنبرین اعجاز



<https://primeurdunovels.com/>

بساط
از قلم: عنبرین اعجاز
مکمل ناول

پیش لفظ:

کسی نے خوب کہا ہے کہ

کس دن بساطِ زیست پلٹ جائے کیا خبر
ہر مہرہ اپنے خانے میں نا مطمئن سا ہے

جس طرح شطرنج کے کھیلوں میں

تک پہنچانے میں بساط اہم ہوتا ہے۔ کھیل کو انجام

ایسے ہی زندگی میں بھی بہت ساری چیزوں کو اسکے انجام اور منزل تک پہنچانے میں بہت ساری چیزیں شامل ہوتی ہیں۔

ان سب میں حالات، تحمل اور تربیت بھی زندگی کا بہت اہم حصہ ہیں شطرنج اور زندگی کا تعلق ایک دوسرے کو بہتر بنانے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ صحیح وقت پر فیصلہ۔ کرنا ہار، جیت، مشکلات کا سامنا اور اپنی عقلی صلاحیتوں کا استعمال کرتے ہوئے ان سب سے نمٹ

زندگی کو بہتر بنانے کی کوشش کرنی چاہیے۔

میں زندگی کا ساتھ نبھاتا چلا گیا

ہر فکر کو دھوئیں میں اڑاتا چلا گیا

بربادیوں کا سوگ منانا فضول تھا

بربادیوں کا جشن مناتا چلا گیا

جو مل گیا اسی کو مقدر سمجھ لیا

جو کھو گیا میں اس کو بھلاتا چلا گیا

غم اور خوشی میں فرق نہ محسوس ہو جہاں

میں دل کو اس مقام پہ لاتا چلا گیا

گھر کے صحن میں کافی رش لگا ہوا تھا لوگوں کا جھرمٹ تھا۔ آس پڑوس کے سبھی لوگ وہاں جمع تھے۔ گاؤں کی عورتیں روایتی سفید کپڑوں میں ملبوس آ جا رہی تھیں۔ درمیان میں چارپائی پر ایک اٹھائیس سال کا نوجوان کفن دفن میں لپٹا پڑا ہوا تھا۔ کچھ عورتیں چارپائی کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں۔ چارپائی کے سرھانے کی جانب ایک پچیس سال کی لڑکی بکھرا حلیہ، سو جھی آنکھیں، لال ناک اور گال اس کے دودھیا رنگ کی وجہ سے کافی واضح ہو رہے تھے۔ تیکھے نین نقش اور سادہ سے کپڑوں میں ملبوس سفید دوپٹہ

اوڑھے بیٹھی تھی۔ وہ گرم سم تھی جیسے آس پاس سے بے خبر ہو۔ اس نے چارپائی کو سفید لال چوڑیوں بھرے ہاتھوں سے مضبوط گرفت سے تھاما ہوا تھا اور اس پر لیٹے نوجوان پر نظریں گاڑھی ہوئی تھیں۔ چارپائی کے دائیں جانب ایک عمر رسیدہ بوڑھی دوپٹہ کو دائیں طرف سے کان کے پیچھے سے اڑا کر لیتے ہوئے بین کر رہی تھی۔ کبھی وہ سینے پر ہاتھ مارتی تو کبھی چارپائی کو زور زور سے ہلاتی اور پھر بے ہوش ہو جاتی۔ بہت ساری عورتیں اس کے ارد گرد جمع اسکو سنبھال رہی تھیں

خوشخبری رائٹرز متوجہ ہوں

ہر لکھاری کا خواب ہوتا ہے کہ اس کی تحریر کتابی صورت میں بھی شائع ہو اور انکی کتاب بک شیف کی زینت بنے۔ آپ بھی ایک لکھاری ہیں اور اپنی تحریر کو کتابی شکل میں لانا چاہتے ہیں تو ہم سے رابطہ کریں۔ ہم آپ کی تحریر کو بہت کم ٹائم اور بہت مناسب قیمت میں آپ کی خواہش کے مطابق بہت عمدہ اور معیاری کوالٹی میں کتابی صورت میں شائع کرنے میں آپ کی مدد کریں گے۔ مزید معلومات کے لئے نیچے دئے گئے ایڈریس پر ابھی رابطہ کریں۔

Prime Urdu Novels Publications

Whatsapp : 03335586927

Email : aatish2kx@gmail.com

پچھلے دو گھنٹے سے یہی سلسلہ جاری تھا۔ چارپائی کے عین سر کی جانب ایک لڑکی ہاتھ میں یاسین لئے کھڑی پڑھ رہی تھی کبھی وہ دوپٹے کے پلو سے آنسو صاف کرتی اور پھر کھول کر پڑھنے لگ جاتی تھی۔

گاڑی تنگ گلی کی نکر پر آکر رکی گاڑی سے ایک سادہ مگر نفیس کپڑوں میں ملبوس لڑکی نکلی اس نے ہاتھ میں ایک بڑا سا پرس اٹھایا ہوا تھا۔ سن گلاس اتار کر گاڑی میں سیٹ پر رکھے اور گلی میں چلتی ہوئی تیسرے نمبر کے گھر کے دروازے پر رکی۔ کچھ دیر ٹھہر کر اس نے پورے گھر کا ایک نظر جائزہ

لیا بوگن ویلیا بیل داخلی دروازے کے دائیں طرف لٹک رہی تھی اس نے ان گلابی پھولوں پر نظر ڈالی اور ایک لمبا سانس بھر کر اندر داخل ہوئی اس نے جو پرفیوم لگا رکھا تھا اسکی خوشبو کافی تیز تھی۔ گھر میں موجود سبھی کی نظر اس لڑکی پر پڑی جو دیکھنے میں ایک اچھے خاصے گھرانے کی لگ رہی تھی۔ خوشبو کی وجہ سے کچھ عورتوں نے اپنا ناک سکیڑا اور کچھ نے دوپٹے سے اپنے ناک کو ڈھکا تھا۔ جنازہ ہو گیا؟؟ اس نے وہاں موجود عورتوں سے پوچھا۔

نہیں پانچ بجے ہے۔ ان عورتوں میں سے ایک نے جواب دیا اس نے ایک نظر بائیں ہاتھ پر بندھی ہوئی گڑھی کی طرف دیکھا۔ وہ آگے بڑھ رہی تھی اور عورتوں نے اس کے لیے دائیں بائیں جانب کھسکتے ہوئے راستہ بنایا۔

اس نے منہ سے کپڑا اٹھایا ڈارھی مونچھیں مناسب بنی ہوئی ماتھے پر کالے گھنے بال، موٹی بند آنکھیں وہ ایک دم لرز کر رہ گئی۔ کپڑا ڈال کر وہ الٹے پاؤں چلتی ہوئی ان عورتوں کے پاس آکر کھڑی ہو گئی اور منہ ہی منہ میں کچھ ورد کرنے لگی۔

"وقت سے پہلے نہیں، نصیب سے زیادہ نہیں"

اس کے کانوں میں ایک مردانہ آواز گونجی اس نے سر جھٹک کر ادھر ادھر دیکھا۔ اتنے میں گھر میں کچھ مرد داخل ہوئے اور وہ جنازہ اٹھا کر نکل گئے۔ اس لڑکی کے ہاتھ لڑھک کر زمین پر گرے تھے اور چوڑیاں ٹوٹ گئیں۔ عمر رسیدہ بوڑھی بے ہوش ہوئی تھی اور یاسین پڑھتی لڑکی نے آگے بڑھ کر دونوں کو تھاما تھا۔

جوان بیٹے کی موت کا صدمہ کوئی آسان چیز ہے۔ قیامت ہوتی ہے۔

خوشخبری

اگر آپ لکھ سکتے ہیں اور اپنے اندر کے لکھاری کو باہر لانا چاہتے ہیں تو لکھاری آن لائن میگزین آپ کو اپنی صلاحیتوں کو نکھارنے کے لئے بہت اچھا پلیٹ فارم فراہم کرتا ہے۔ لکھاری آن لائن میگزین کا حصہ بنئے اور آج ہی اپنی تحریر (افسانہ، ناول، ناولٹ، کالم، مضامین، شاعری) اردو میں ٹائپ کر کے ہمیں بھیجیں۔ آپ کی کوئی بھی تحریر ضائع نہیں کی جائے گی اور ایک ہفتے کے اندر ہمارے سب ویب بلاگز (ویب سائٹس) اور سوشل میڈیا گروپس اور پیجز پر پبلش کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کے لئے ابھی رابطہ کریں۔

Wats app No :- 03335586927

Email address :- aatish2kx@gmail.com

Facebook ID :- www.facebook.com/aatish2k11

Facebook Group :- FAMOUS URDU NOVELS AND DIGEST

SEARCH AND REQUEST FOR NOVELS, NOVELS DISCUSSION

وہ تو ٹھیک ہے لیکن اس بے چاری جوان بیوہ کا کیا ہوگا۔ اسکی تو مہندی کا رنگ بھی نہیں اتر ا بھی تو۔ خدا را کسی کو ایسا دن نہ دیکھنا پڑے۔

اور نہیں تو کیا خدا دشمن کی بیٹی کو بھی ایسا دن نہ دکھائے۔ چٹائی پر ایک طرف بیٹھی کچھ عورتیں آپس میں چہ مگوئیاں کر رہی تھیں۔ اور وہ لڑکی ہاتھ میں بیگ تھامے کھڑی حیرانی سے اسکی باتیں سن رہی تھیں۔ چھوڑو اللہ رحم کرے سب پر تم آؤ کھانا کھا لو صبح کی کھڑی کھڑی تھک گئی ہوگی۔ وہاں موجود عورتیں کھانا کھانے لگ گئیں تھی۔ کمرے سے نکل کر ایک لڑکی آئی اور وہ گم سم بیٹھی لڑکی کو اٹھا کر کمرے کے طرف لے گئی۔ جہاں سے شاید اس بوڑھی عورت کے دھاڑے مار مار کر رونے کی آواز آرہی تھی اور وہ لڑکی اسی منظر کو دیکھتی واپس جانے کے لیے دروازے کی طرف مڑی تھی۔

تیسرا دن

وہ لڑکی آج پھر بڑا سا بیگ تھامے گھر میں داخل ہوئی۔ چھوٹے سے صحن میں چٹائی پر کچھ عورتیں سپارہ اور کچھ گھٹلیاں پڑھ رہی تھی۔ گھر کے دائیں طرف واشروم اور اسکے عقب میں نلکے کے پاس کچھ دیگیں پڑی ہوئی تھیں۔ بائیں طرف سیڑھیاں انکے نیچے بنا چھوٹا سا کچن اور داخلی دروازے کے سامنے دو کمرے۔ وہ عورتیں ایک بار پھر اسکی طرف متوجہ ہوئیں مگر آج وہ تیز پرفیوم کی خوشبو نہیں تھی ان عورتوں نے اسے ایک نظر دیکھ کر دوبارہ پڑھنا شروع کر دیا۔

یہ میم کون ہے۔ لگتا ہے شہر سے آئی ہے

ہاں لگتا تو ہے لیکن یہ انکی کیا لگتی ہے کہاں یہ کہاں وہ انکا تو کوئی رشتہ دار بھی شہر نہیں جوتھے یہیں تھے۔ کل والی عورتوں نے دوبارہ اپنے ٹیوے لگانے شروع کر دیئے۔

بھابھی کمرے میں ہیں ایک لڑکی نے جلد بازی میں پاس سے گزرتے ہوئے کہا۔ اور وہ سامنے کمرے کے طرف گئی تھی۔ چھوٹا سا کمرہ لوہے کی الماری جسکا ایک ہینڈل ٹوٹا ہوا تھا اور ایک ہینڈل میں چابی لگی ہوئی تھی۔ اس الماری کے اوپر کچھ بریف کیس پڑے ہوئے تھے۔ پلنگ ساتھ جوڑ کر رکھے گئے تھے ان کے سامنے لکڑی کا ایک ڈریسنگ ٹیبل پڑا تھا جسکے شیشے میں دراڑ آئی ہوئی تھی۔ اور دراز اپنی جگہوں سے غائب تھے۔ پلنگ پر وہ سفید کپڑوں والی عورت بیٹھی تھی اسکے آس پاس کچھ عورتیں موجود تھیں۔ وہ بھی پلنگ پر جا کر ایک جگہ ٹک کر بیٹھ گئی اور وہ نظریں جھکائے اس لڑکی کو دیکھ رہی تھی اسکے ہاتھ میں کچھ ہی چوڑیاں باقی تھیں اور وہ ایک ہاتھ سے انکو گھماتی اور پھر چھوڑ دیتی۔ وہ کب سے یہ عمل دہرائے جا رہی تھی۔ عورتیں اٹھ کر اب باہر جا چکی تھیں۔ کمرے میں صرف وہ دونوں ہی موجود تھیں ایک دوسرے کی خاموشی کو سنتے ہوئے۔

آپکے شوہر کی موت کا سن کر بہت دکھ ہوا۔

بنا کوئی جواب دیئے وہ خاموش نظریں جھکائے بیٹھی رہی۔

کتنا عرصہ ہو گیا آپکی شادی کو ویسے

آپ شیزہ ہیں۔ وہ نظریں جھکائے ہوئے بولی۔ اسکی بات پر وہ چونک کر رہ گئی۔

بہن جی ہم ام ہانی کو عدت کے لیے اپنے ساتھ لے جانے آئے ہیں آپ اسے ہمارے ساتھ جانے کی اجازت دے دیں۔

سامنے بیٹھی بوڑھی عورت نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس نے اپنا ہاتھ چھڑایا جو کہ وہ خوبرو خاتون اپنے ہاتھوں میں لیے بیٹھی تھی اس نے دوپٹے کا دایاں کونہ کان کے پیچھے گھمایا تھا۔ پاس بیٹھے ایک ادھیڑ عمر شخص نے اسکی اس حرکت پر سخت ناگواری سے ماتھا سکیڑا۔ کمرے میں دو چارپائیاں بچھی ہوئی تھیں۔ اور کچھ چارپائیاں اوپر نیچے رکھی تھیں۔ پاس ہی پیٹی پر دو پرانے وضع کے صندوق پڑے تھے۔

تبھی ایک لڑکی ایک پلاسٹک کی ٹرے میں بوتل کے گلاس لے کر کمرے میں آئی۔ اور سب سے پہلے اس نفیس شخص کے آگے کئیے نہیں بیٹا ہم یہاں کھانے پینے نہیں آئے ہماری بیٹی کے دکھ کا بوجھ کسی پہاڑ سے کم نہیں ہے۔ وہ لڑکی ٹرے لے کر واپس چلی گئی۔

بہن جی کیا سوچا پھر آپ نے۔ وہ عورت ایک بار پھر اس بڑھیا کی طرف مخاطب ہوئی۔ لہجے میں توازن، پختگی اور دیکھنے میں دونوں بھلے اور نفیس تھے۔ مزاج اچھا خاصہ شاہانہ مگر اعتدال تھا۔ میں نے اس دن بھی کچھ نہیں کہا تھا آج بھی کچھ نہیں کہہ رہی جسکا جو دل ہے کرے۔ میرا تو سب کچھ لٹ گیا۔ وہ بوڑھی عورت پھر سے دھاڑیں مارنے لگی تھی اور وہی لڑکی جو بوتل لے کر آئی تھی کمرے میں بھاگتی ہوئی آئی اور اسے ساتھ لگا کر دلاسا دینے لگی۔

وہ دونوں اٹھ کر کمرے سے باہر نکلے اور ساتھ ہی اس بڑھیا کے رونے کی آواز بند ہو گئی صحن میں بیٹھی تقریباً سبھی عورتوں نے انھیں سر اٹھا کر دیکھا۔

وہ ساتھ والے کمرے میں داخل ہوئے تھے۔ سامنے بیٹھی لڑکی نے چونک کر انھیں دیکھا کھڑی ہو کر سلام کیا اور پھر بیٹھ گئی۔ مگر وہ وہیں جوں کی توں اپنی جگہ پر جمی ہوئی تھی۔

ام ہانی ہم نے تمہاری ساس سے بات کی ہے تمہیں ساتھ لے جانے کی لیکن وہ چاہتی ہیں کہ تم عدت ان کے ساتھ گزارو ان کے رشتہ دار بھی افسوس کرنے آ جا رہے ہیں تو بیٹا ابھی مناسب نہیں ہے جانا۔ عدت کے بعد تمہارے بابا تمہیں لے جائیں گے کچھ عرصہ ہمارے ساتھ رہ آنا۔

اس نے بس اثبات میں سر ہلایا تھا۔ اور پاس کھڑی اس عورت کے آنسو ٹوٹ پڑے۔

وہ جانتی تھی کہ اس سے جھوٹ بولا جا رہا ہے لیکن اس نے آنکھیں بند کر کے ہمیشہ کی طرح بات کی پیروی کی۔ اور پھر دونوں اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر باہر گئے تھے۔

یہ آپ کے والدین ہیں اس لڑکی نے ان کے جاتے ہی سوال کیا۔

شیزہ آپکو یہاں آنا چاہیے تھا۔ وہ اس کے جواب میں اتنا ہی کہ پائی تھی اور ایک بار پھر سے اس نے اس لڑکی کو حیرت میں ڈال دیا۔

اس نے آنکھیں اٹھائی اور ایک بار اس کے چہرے کو غور سے دیکھ کر آنکھیں موند لیں اور پھر آنکھیں کھول لیں۔

وہ اسکی اس حرکت پر مزید حیران ہو کر رہ گئی

میں کچھ سمجھی نہیں آپ مجھے جانتی ہیں؟

مجھ سے نہیں محبت کی غلطی اس دل ناداں سے ہوئی تھی۔

ہاں محبت بری نہیں ہے لیکن کبھی کبھی محبت کرنے والے برے بن جاتے ہیں۔ مجبوریوں کی آڑ میں، رشتوں کی بقا میں، اپنوں کی جنگ میں مگر محبت تو ہوتی آرہی ہے۔ لوگ آتے رہیں گے محبت کرتے رہیں گے اپنا کردار نبھائیں گے اور آگے بڑھ جائیں گے۔ فیصلہ تو محب کو کرنا ہوتا ہے اسے آگے بڑھنا ہے یا ٹھہر جانا ہے۔

شیزہ۔۔۔۔۔ اس کی آواز پر وہ ایک دم ٹھہری۔

آئی ایم سوری میں جزبات میں زیادہ ہی بول گئی مجھے پتہ ہے یہ موقع نہیں ہے آپ شدید غم میں ہیں اور میں اس وقت آپ سے یہ سب باتیں۔۔۔۔۔ وہ آنسو صاف کرتی ہوئی بولی۔

اچھا ہوا آپ آگئیں۔ آپ تو کل بھی آئی تھیں میں نے دیکھا نہیں تھا لیکن ہاں اس پرفیوم سے میں خوب واقف ہوں بس اسی کی خوشبو سے جان گئی تھی آپ آئی ہیں۔

یہ ارہم کافورٹ پرفیوم تھا۔ وہ ہمیشہ یہی لگاتے تھے اور آپ کی پہلی سالگرہ پر بھی انھوں نے آپ کو آپ کی زد کرنے پر یہی پرفیوم گفٹ کیا تھا۔ تب اتنے پیسے نہیں تھے کہ نیا لے کر دے سکیں انھوں نے آپ کو وہی پیک کر کے دے دیا تھا جو وہ خود استعمال کر رہے تھے۔ وہ آنسو صاف کر کے اب چوڑیاں اتار رہی تھی۔

مت اتاریں اچھی لگتی ہیں آپ کے ہاتھوں میں۔ شیزہ نے اسکا ہاتھ پکڑا جسکو پسند تھیں وہ اب نہیں رہے کسے دکھاؤں گی۔

کتنی خوش قسمت ہیں نہ آپ محبت بھی کی تو شوہر سے۔ محرم نا محرم، وفائی بے وفائی کا رونا بھی نہیں تھا۔ آپ جیسی لڑکیاں کیسے کر لیتی ہیں محرم کے لئے جزبات سنبھال کر رکھتی ہی ہم جیسی کچھ محبوب

پر وار دیتی ہیں کچھ اسکی محبت بھلانے میں ختم ہو جاتے ہیں۔ اور خود محبوب اپنی بیوی کو اپنا سب کچھ مان کر آگے بڑھ جاتے ہیں۔

وہ میرے شوہر تھے اور ایک اچھی بیوی ہونے کے ناتے مجھے ان کے کل سے یا ماضی سے مطلب نہیں تھا نہ میں جاننا چاہتی تھی کون انکی محبوبہ تھی کس سے عشق تھا اور کس سے رات گئے تک وہ فیوچر پلاننگ کرتے تھے۔ اور میرا بنتا بھی نہیں تھا۔ مگر انھوں نے خود بتایا یقین دلانے کے لئے کہ اب جو ہوں میں ہی ہوں۔ کیونکہ میں جو ان کے لئے سب چھوڑ کر آگئی تھی۔ کمال کا حوصلہ تھا شوہر سے اسکی محبوبہ کی باتیں سن لیں۔ وہ اب مصنوعی سا مسکرائی تھی۔ وہ محبوبہ تھی اور میں بیوی۔ جواب مختصر تھا۔

محبوبہ بھی تو بیوی کو سوتن کی طرح چھتی ہے آپکو جلن نہیں ہوئی کبھی مجھ سے۔ نہیں کبھی نہیں مجھے کیوں ہوگی کیونکہ جو آپکی اور انکی محبت تھی نہ وہ آج کے زمانے میں کوئی کر ہی نہیں سکتا۔ اور محبت ہونا ہوگی انکو آپ سے ہوگئی۔ وہ ماضی تھا انکا اور پھر وہ آگے بڑھ گئے تھے آگے بڑھنے والا پیچھے مڑ کر کبھی نہیں دیکھتا۔

بہت یاد آئیگا ارہم ہینہ۔۔۔۔۔ وہ اب اسکی آنکھوں میں جھانکتی ہوئی بولی۔
ہمممم۔۔۔۔۔ وہ سر جھکا کر سسکیاں بھر رہی تھی۔ یاد آئیں گے مگر انکی ایک نشانی خوبصورت یاد بن کر ہمیشہ میرے پاس ہی رہے گی وہ خود کو سنبھالتی ہوئی بولی۔
خوش قسمت ہو تم میرے پاس تو کوئی یاد بھی نہیں بچی تھی۔

فائزہ کہاں مرگئی اٹھا یہ چٹائیاں کم بخت محلے والی کسی کا دکھ نہیں انکو بس کھانے آجاتی ہیں۔ پتہ نہیں چار لفظ پڑھے بھی ہیں یا نہیں۔ باہر سے آنے والی آواز پر دونوں چونک اٹھی تھیں۔ اور اس ماہرانی کو نکال باہر جو اندر پلنگ پر چڑھی بیٹھی ہے اب مرگیا اسکے لاڈ اٹھانے والا ہم سے یہ چونچلے نہیں ہوتے۔

آہستہ بولیں امی انکی جاننے والی بیٹھی ہیں تو چپ کر بی بی بی۔ اے کر کے کوئی تیر نہیں مارا جو ماں کو سکھا رہی ہے اور یہ لیکچر یہاں نہیں چلیں گے چل نکال اسے باہر۔ شیزہ باہر کی گفتگو سن کر جان گئی تھی کہ اسکو ام ہانی کے علاوہ یہاں کوئی نہیں جانتا۔

تم میرے بارے میں واقع ہی سب کچھ جانتی ہو۔ شیزہ نے پوچھ کر تو صبح کرنا چاہی۔ جی مجھے ارہم نے سب کچھ بتایا تھا۔ پہلی ملاقات، کہاں ملے تھے کیا باتیں ہوئی تھیں آپ کے بارے میں ایسا کچھ بھی نہیں جو مجھ سے چھپا ہو۔

اس نے اب ہاتھ میں پچی چوڑیاں اتار دی تھیں۔ اتارتے ہوئے کچھ ٹوٹ کر اسکے ہاتھوں میں لگ گئی اور خون کے چھوٹے چھوٹے قطرے دودھیا سفید رنگ پر واضح ہو رہے تھے اور اس کے سامنے بیٹھی لڑکی خاموش یہ منظر دیکھ رہی تھی اور اب اس نے پہلے کی طرح اسے روکا بھی نہیں تھا۔

امی کیا ہو گیا ہے کیوں اتنا چلا رہی ہیں محلے والے سن رہے ہیں بس کریں۔

سنتے ہیں تو سن لیں یہ منحوس اسکا سایہ جب سے اس گھر پہ پڑا ہے کچھ بھی نہیں بچا یہاں میرا شوہر پہلے اسے کھا گئی اور اب میرا بیٹا۔ لوگوں کو بھی تو پتہ چلے کہ یہ ڈائین ہے کتنی بڑی۔ شیر کی کھال پہن لینے سے گیدڑ گیدڑ ہی رہتا ہے۔

امی کچھ تو لحاظ کریں اسکی حالت کا اور نہیں تو کم از کم اسکا صدمہ دیکھیں تین مہینے ہوئے تھے شادی کو۔ مہندی بھی پوری نہیں اتری اس کی۔

ہاں تو اسکی قسمت نگوڑی ہے تو میرا کیا قصور کپڑے نکال دھونے والے پڑے ہیں اس ماہرانی کو کہ نکل باہر۔

سکینہ بی بی صحن میں چارپائی پر بیٹھی اونچی اونچی اسے کوس رہی تھی اور فائزہ پاس نکلے پر بیٹھی برتن دھو رہی تھی۔ ان دونوں کی آوازیں کمرے میں صاف سنائی دے رہی تھی۔

اس لڑکی نے بھنویں اچکا کر ناگواری کا اظہار کیا۔ اور ام ہانی اس کے تاثرات دیکھ کر سب سمجھ گئی تھی۔

ساس ہیں میری ایسی ہی عادت ہے شاید سبھی ساسیں ایسی ہی ہوتی ہیں۔ اور دوسری میری نند ہے کافی اچھی ہے اس نے حیدر آباد سے بی۔ اے کیا ہے ارہم نے ہی کرایا تھا۔ سگھڑ بھی ہے سمجھتی ہے پڑھی لکھی جو ہے۔ وہ خود ہی شیرہ کے سبھی سوالوں کا جواب دینے لگ گئی۔

انکل جی میرا مطلب میرے سر ہارٹ پشینٹ تھے۔ دل کے والو فیل ہونے کی وجہ سے شادی کے ایک ماہ بعد ہی چل بسے۔ سرکاری افسر تھے لیکن کچھ مسائل کی وجہ سے سرکار نے پینشن دینا بھی بند کر دی ارہم ہی سبھی اخراجات دیکھتے تھے۔

اک بار اٹھی تھی سرسری نگاہ تو ہم جان سے گئے تھے
اب زد ہے کہ وہ دیکھیں اس طرح کے جان سے جائیں ہم

وہ سنیں نہ سنیں مگر پہلو میں اپنے بٹھائیں تو سہی
بے رخی کو کچھ پل بھلا کر اپنی حسرتیں سنائیں ہم

وہ تھے تو کیا تھے ہم وہ نہیں ہیں آج تو کیا ہیں
وہ براجمان ہیں اپنی سلطنت پر آج بھی یہ بتائیں ہم

ان کے تعاقب میں ہماری نگاہیں ہیں اس قدر بے چین
دوانہ بھی کریں مگر ایک بار وہ ہم سے ٹکرائیں تو سہی

خط میں لکھے الفاظ پڑھ کر اسکی آنکھوں سے آنسو ٹوٹ کر گرے تھے۔ سچ کہتے ہیں محبت انسان کو
شاعر بنا دیتی ہے۔ ام ہانی کے ہاتھ اب کانپ رہے تھے۔ حقیقت سن کر انسان کے وہ تاثرات نہیں
ہوتے جو دیکھ کر ہوتے ہیں۔ شیزہ نے اس کے ہاتھ سے لفافہ لے کر واپس پرس میں رکھ دیا۔
ایک بات پوچھوں؟
جی پوچھیں۔

اتنی پیاری ہو تم ماں باپ بھی اچھے خاصے دولت مند لگتے ہیں۔ بھلی صورت سیرت ہے پھر یہاں ادھر گاؤں میں جہاں تانگہ بھی مشکل سے آتا ہے بیاہ کر آگئی۔ دیکھو نہ میں تم پر ترس کھا رہی ہوں تمہارا احساس کر رہی ہوں وہ بھی اپنے محبوب کی منکوحہ سے۔ حیرت ہو رہی ہے مجھے خود پر۔
تجھی کمرے میں پاؤں کی آواز سن کر وہ دونوں چپ ہو گئیں۔

بھابھی کھانا کھالیں میں لاتی ہوں آپ نے کل شام سے کچھ نہیں کھایا۔
مجھے بھوک نہیں ہے۔

بھابھی تھوڑا سا کھالیں
آپ لا دیں میں کھلا دیتی ہوں انکو۔ وہ اس کی بات سن کر مسکراتی ہوئی گئی اور کچن سے تھالی میں سالن ایک گلاس پانی اور رومال میں روٹیاں سجائے لے کر آئی۔ شیزہ نے اس سے ٹرے پکڑ کر بیڈ پر رکھی تھی۔

کچھ اور چاہیے ہو گا تو میں بتا دوں گی۔ وہ لڑکی الٹے پاؤں کمرے سے واپس چلی گئی۔
کھا لو خود کے لیے نہ سہی اپنے اندر پلٹی اس جان کے لیے میں بھی تو زندہ ہوں دیکھ لو اس نے نوالا توڑ کر اس کے منہ میں ڈالا تھا۔

کھانا کھا کر ام ہانی پلیٹ کچن میں رکھنے کے لیے کمرے سے باہر نکلی شیزہ بھی اٹھ کر اس کے پیچھے ہوئی۔ وہ پورے گھر کا حیرانی سے جائزہ لے رہی تھی۔
کچن سے نکلتے ہوئے اسکا سامنہ سکینہ بی بی سے ہوا۔

سنو۔ وہ ماتھے پر تیوری چڑھاتے ہوئی بولیں۔

جی امی۔

میں ذرا ساتھ والی کے گھر جا رہی ہوں چارپائی بنے۔ میرے آنے تک گھر کی صفائی کر دینا۔ میرے کمرے کی چادریں دھو کر سکھا دینا۔ انکو چارپائیوں پر ڈال دینا مجھے بنا بستر کے چارپائیاں پڑی نہیں پسند۔ اور پھر کچن میں کچھ برتن ہیں دھو کر شام کے لئے ہانڈی بنا دینا اب گھر میں رہنا ہے کام تو کرنا پڑیگا اور پھر میں تو ماہرانیوں کی طرح نہیں بٹھانے والی میری ساس نے تو آتے ہی چولہے پہ چڑھا دیا دیا تھا میں تو ان ساسوں جیسی ہوں ہی نہیں کہ زبردستی کروں۔ فائزہ بھی ساتھ جا رہی ہے اسے اپنی سہیلی سے کوئی کام ہے میرے ساتھ ہی واپس آئیگی۔ جب تک میں آکر آواز نہ دوں دروازہ مت کھولنا۔

جی امی وہ سر جھکائے تابعداری میں کھڑی رہی اور شیزہ اس کے پیچھے کھڑی حیرانی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

اور ہاں سنو۔ وہ جاتی جاتی واپس مڑی

جی امی

فوتگی والا گھر ہے نہیں تو گوشت لا دیتی چاول بنا لیتی اپنی جاننے والی کے لئے۔ ویسے تو لوگ سوگ والے گھر کا پانی تک نہیں پیتے لیکن اب مہمان ہے یہ۔ وہ شیزہ کو سر تا پیر گھور رہی تھیں۔ نہیں آنٹی جی میں ام ہانی سے افسوس کرنے آئی تھی صبح چلے جانا ہے۔ اس سب کی ضرورت نہیں۔ وہ کافی حد تک شرمندہ ہوئی تھی۔

سکینہ بی بی فائزہ کو لے کر گھر سے نکلی تھی ام ہانی دروازہ بند کر کے چادریں اٹھا کر نلکے پر دھونے بیٹھی تھی۔ شیزہ بھی پاس چارپائی پر بیٹھ گئی۔ وہ اسے سب کام کرتا حیرانی سے دیکھ رہی تھی کیسے وہ گاؤں کی ایک عورت کی طرح ایک ہاتھ سے نکلا چلا کر دوسرے سے چادریں گھنگھال رہی تھی۔

کافی سکھڑ لگتی ہو نفاست بھی ہوگی۔ وہ حیرانی سے بولی۔

لڑکیاں نہ بھی ہوں تو سکھڑ اور گھریلو بننا پڑتا ہے۔

اونچے خاندان کی لڑکی نوکر چاکر والا گھر اور سسرال میں یہ سب آسان لگتا ہے تمہیں۔ یا گھر بسانے کے لئے تگ و دو کر رہی ہو۔

وہ چادریں نچوڑ کر جھاڑ کر تار پر پھیلا رہی تھی اسکا سانس پھولا ہوا تھا۔ بنا کچھ کہے وہ کچن سے آلو گو بھی ایک ٹوکری میں رکھ کر لائی اور چھینے لگ گئی۔

تمہیں پتہ ہے جب میں کالج میں تھی تو اکثر میری سہیلیاں مجھ سے شکایت کیا کرتی تھیں کہ اتنی سکھڑ کیوں ہو۔ ہر کام آتا ہے ہر چیز کا سیکنڈ وے بھی پتہ ہوتا ہے۔ کھانا بنانا برتن دھونا سب کچھ آتا ہے گھر میں نوکر چاکر ہیں تو کیوں کرتی ہوں سب۔ وہ ہستی تھیں کیونکہ میرے سرکل کی لڑکیاں تو پانی بھی اٹھ کر نہیں پیتی تھیں۔

اس سوال کا جواب میں نے بہت تلاش کیا کہیں نہیں ملا پھر ایک دن میں نے اپنی ساس کو کہتے ہوئے سنا کہ میرا تو ایک ہی بیٹا ہے مجھے بڑی حسرت تھی ایسی بہو لاؤں جو گھر بار سب کچھ سمجھال لے جسے سب آتا ہو پیاری ہو صورت اور سیرت سے بھرپور گھر کے کام بھی کر لیتی ہو پڑھی لکھی

ہو ایک ہی تو بیٹا ہے میرا پھر بہو بھی ایسی ہو بول چال کام کاج سب جانتی ہو۔ اس دن مجھے سمجھ آئی تھی اس سوال کی۔

انسان جتنا بھی امیر ہو جہاں بھی چلا جائے روٹی تو کھانے ہی ہوتی ہے۔ اور پھر لڑکیاں تو کام کرتی ہی اچھی لگتی ہیں۔ شیزہ اس کے تیزی سے چلتے ہوئے ہاتھوں کی طرف حیرانی سے دیکھ رہی تھی۔ تم تھکتی نہیں ہو

اپنے گھر کے کام کرنے سے کون تھکتا ہے وہ اس کی طرف دیکھ کر مسکرائی تھی۔

اپنا گھر۔۔۔۔۔ شیزہ بھی اس پر طنزیہ مسکراتی ہوئی بولی۔ اتنی کرخت اور لڑاکا ساس جو ٹکے پہ نہیں جانتی اور تمہیں لگتا ہے وہ تمہیں وہ مقام دے گی جو تم سوچ رہی ہو۔ وہ تو آئے گئے اٹھے بیٹھ کا لحاظ بھی نہیں کرتی۔ اور تم مالکن بننے کی بات کر رہ ہو۔

میں نے کب کہا کہ مجھے مالکن بننا ہے بہو بن کر رہنا ہے مجھے ہمیشہ سے شوق تھا کہ میں اپنی ساس کی اچھی بہو بن کر رہوں۔ میں نے کونسا زمین نام کرائی ہے بس ان کے دل میں میرا ایک مقام بن جائے اور کچھ نہیں چاہیے۔ عمریں بیت جاتی ہیں اپنا مقام بنانے میں لیکن بن ہی جاتا ہے۔

ساس کبھی ماں نہیں بن سکتی تم ہوا میں تیر مار رہی ہو لیکن ساس عورت بھی تو ہوتی ہے کہتے ہیں ساس بھی کبھی بہو تھی۔ وہ اسے لاجواب کرتی اٹھ کر کچن میں گئی تھی۔

سکینہ بی بی بھی شام مغرب تک گھر آگئی تھیں۔ ام ہانی نے دودھ گرم کر کے ساس کو اسکے کمرے میں دیا اور فائزہ کو چائے بنا کر دی پھر دو کپ چائے بنا کر کمرے میں گئی۔ اسکی آہٹ پر شیزہ چونک کر پیچھے مڑی۔

چائے۔ اس نے پلیٹر بیڈ پر رکھی۔

کبھی سوچا نہیں تھا اپنے محبوب کے گھر اس طرح مہمان بن کر جاوے گی۔ اور وہ بھی اسکی منکوحہ کے سامنے ایسے جیسے میں اسکی قرض دار ہوں ایسے جیسے میں اسکی مجرم ہوں۔ مجھے اپنا آپ ایک مجرم لگنے لگا ہے۔ شیزہ چلتی ہوئی بیڈ پر آکر بیٹھی۔

کہتے ہیں انسان اپنی پہلی محبت کبھی نہیں بھولتا تم تو انکی پہلی محبت ہو اور پہلی محبوبہ بھی۔ ام ہانی بھی اسکے پاس ٹک کر بیٹھ گئی۔ مجرم تو میں ہوں تمہاری کٹھڑے میں تو میں کھڑی ہوں تمہارے سامنے وہ بھی ارہم کی دوسری محبوبہ بن کر۔ تم تو صرف ملزم ہو میں تو مجرم بھی بن گئی۔ دوسری محبوبہ۔ شیزہ کو اسکی بات پر جھٹکا لگا تھا۔

ہاں دوسری محبوبہ کاش میں ارہم سے نہ ملتی کاش انکو مجھ سے محبت نہ ہوتی کاش انکو مجھ میں محبوبہ نظر آجاتی نہ کہ ایک گھریلو بیوی

محبوبہ محبوبہ ہوتی ہے پہلی یا دوسری نہیں۔ شیزہ نے نہایت سنجیدگی سے بولا یہ اب تم پر تم کسے کیا سمجھتی ہو۔ ام ہانی سرسی سا مسکرائی کیا مطلب میں کچھ سمجھی نہیں۔ شیزہ حیرت کے سمندر میں ڈوب چکی تھی۔

ارہم کو تمہارے بعد مجھ سے محبت ہوئی پتہ نہیں کیسے محبت تو کہتے ہیں ایک بار ہوتی ہے۔ سنا تھا میں نے لیکن مجھے محبت پر اور ان باتوں پر کبھی یقین تھا ہی نہیں۔ وہ مجھے کہتے تھے تم باقی لڑکیوں سے الگ ہو۔ مجھے تم میں محبوبہ نہیں بلکہ ایک لڑکی نظر آتی ہے ایک گھریلو سگھڑ لڑکی ایک بیوی۔ کبھی کبھی مذاق میں کہتے تھے تم تو پوری اماں ہو۔ وہ ایک لمحے کو ٹھہر کر مسکرائی۔ میں بہت غصہ کرتی تھی کہ یہ ایسے کیوں کہ رہے ہیں مجھے لگتا تھا توہین کر رہے ہیں میری۔ سادہ لباس زیادہ ایڈوانس کپڑے پسند ہی نہیں تھے کبھی نہیں پہنتی تھی انکو یہی پسند تھا۔ عورت محبت کرتی ہیں جبکہ مرد محبتیں کرنے کی سکت رکھتا ہے۔ میں انکی زندگی میں بقول ان کے تب آئی جب انکا کسی بھی لڑکی سے کوئی واسطہ نہیں تھا۔ مرد محبوبہ بھی رکھتا ہے محبت بھی کرتا ہے مگر وہ جانتا ہوتا ہے کون محبوبہ کا درجہ رکھتی ہے اور کون بیوی کے درجے پر فائز ہو سکتی ہے۔ میں بہت ڈرتی تھی کہ محبت بری ہوتی ہے محبت کرنے والی لڑکیوں کے کردار کو اچھا نہیں سمجھا جاتا زمانہ انھیں اچھا نہیں جانتا۔ ارہم کہتے تھے کہ محبت بری نہیں ہوتی اور محبت اچھی لڑکیوں کو بھی ہو جاتی ہے لیکن انھیں سنبھل کر چلنا آتا ہے اپنی حدود کا پتہ ہوتا ہے۔ محبت کرنے والی ہر لڑکی بری بھی نہیں ہوتی۔ انھوں نے کبھی بھی مجھ سے کچھ غلط ڈیمانڈ نہیں کیا تھا۔ میں مقافات سے ڈرتی تھی۔ اور میں نے انھیں بتا رکھا تھا کہ ارہم مجھ سے قطعی توقع مت رکھیے گا کہ میں کبھی بھی آپ سے وہ محبت کر سکوں گی جو میں اپنے شوہر سے کرنا چاہتی ہوں نہ میں آپ سے اس محبت کی ڈیمانڈ کرتی ہوں جو آپ اپنی بیوی سے کریں گے کیونکہ میں ایسا کچھ کرنا ہی نہیں چاہتی تھی کہ جس سے میری یا انکی آنے والے زندگی اثر انداز ہو۔

یقین نہیں آتا کہ واقعی ارہم کو دوبارہ محبت ہوئی تھی۔ اس نے بس محبت کو ایکسپریس نہیں کیا تھا۔ محض وقت گزاری کو میں محبت سمجھ بیٹھی۔ اور دیکھو نہ جسکو محبت پر یقین تھا اسکو محبت ملی ہی نہیں اور جو محبت کو سرے سے جانتا ہی نہیں تھا جسکو یقین ہی نہیں تھا محبت پر وہ اسکے حصے میں آگئی۔ شیزہ کی آواز کے ساتھ اسکا وجود بھی لڑکھڑایا تھا۔

نہیں شیزہ محبت تو شاید بہانہ تھا قسمت نے ہمیں ہی لکھا تھا ایک دوسرے کے لیے۔ میں تو نہیں مانتی نہ ان سب کو۔ میں تو بیوی بن کر ہی رہی۔ منکوحہ رہی محبوبہ نہیں بنی۔ اس کے دل میں کھوٹ تھی۔ اسکے ہاتھ میں جو کشتول تھا اس میں چھید تھا میں اپنی محبت ڈالتی گئی مگر وہ خالی رہا۔ میں نے ہر بات مانی اسکی ساتھ دیا دیر سویر اس نے کہا مصروف ہوں میں نے تنگ نہیں کیا۔ اس نے کہا میں یہاں ہوں، وہاں ہوں، یہ کر رہا ہوں، کچھ دن بات نہیں ہو سکے گی میں نے وہ بھی مان لیا۔ لیکن میں بھول گئی تھی وہ مرد ہے مرد محبت نہیں کرتا وہ چاہتا ہے اسے چاہت ہوتی ہے محبت عورت کرتی ہے وہ بٹھاتی ہے۔ مرد نہیں کرتا محبت میں نے پھر بھی کی اس کی ہر بات مانی۔ وہ بس مجھے ایک وقت کی طرح گزارتا گیا۔ میں اسکے لفظوں کے جال میں الجھتی گئی۔ شیزہ بچوں کی طرح اسکے سامنے بلبل رہی تھی۔

شیزہ مرد پانی کی طرح ہوتا ہے ہاتھ میں پکڑنا بھی چاہو تو بہتا ہوا دور چلا جائیگا۔ اسکو کبھی قید نہیں کرنا چاہیے۔ میں کبھی ان کے پیچھے نہیں بھاگی تھی۔ میں نے انکو انکے حال پر چھوڑا ہوا تھا۔ قسمت پر چھوڑ دیا تھا سب کچھ ہاں مگر دعا ضرور کرتی تھی۔ وہ بھی انکو پانے کی نہیں بلکہ یہ کہ دلوں کے حال رب جانتا ہے میں تو وہی مانگتی تھی جو میرے حق میں بہتر تھا۔ ارہم نے مجھے وہ خط بھی دکھایا تھا جس

میں انھوں نے اپنی امی کو میرے لیے منایا تھا۔ ام ہانی اٹھ کر اب الماری کی طرف گئی چابی کھما کر ایک لفافہ نکال کر شیزہ کر تھمایا اور خود پلنگ کی بائینتی پر ٹک کر بیٹھ گئی۔

لیکن رکو ام ہانی نے اس کے ہاتھوں کو تھاما تھا۔۔۔۔۔ پڑھ لو گی؟ میری مانو تو رہنے دو خود کے ساتھ ظلم نہ کرو بہت درد ہو گا کیسے سہو گی۔ وہ التجائیہ انداز میں بولی۔

جب بے بسی کی انتہا ہو اور ایک عجیب سی بے چینی اور مایوسی نے گھیرا ہو مگر بظاہر سبھی کو لگتا ہو کہ سب ٹھیک ہے یقین مانو انسان اس وقت اتنا بے بس اور لاچار ہوتا ہے اپنے جذبات اور دل کے ہاتھوں کہ لگنے لگتا ہے کہ قرب سے پھٹ جائے گا مگر ناممکن۔۔۔۔۔ جب کہنے کو بہت کچھ ہو لہجہ بے زار تھکن سے چور مگر اس تھکن کو دور کرنے کے لیے کوئی ایک شخص بھی میسر نہ ہو جس کے سامنے سب کہ دینے کو دل چاہے جب آپ ہنس ہنس کر مسکرا کر تھک جائیں اور ہر بار کی طرح آنسوؤں کو آنکھوں میں چھپا کر بستر پر کروٹیں بدلتے رات کٹ جانے کا انتظار کرتے ہوں تو واللہ اس سے بڑا درد کیا ہو گا۔۔۔۔۔ وہ اب خط کھول کر پڑھنے لگ گئی تھی۔

آپ نے دیکھا نہیں فیصل اسکی ساس کے تیور اور رویہ کیسے بات کر رہی تھی وہ۔ ذرا لحاظ نہیں رکھا بھیج دیتی تو ام ہانی کو ساتھ کیا چلا جاتا اسکا۔ ہماری بچی کا تازہ تازہ اتنا بڑا دکھ ہے یہاں آجاتی بہن تھی بھائی تھا کچھ دن اسکا دھیان بٹ جاتا۔ فردوس بیگم لان میں بیٹھی چائے کیتلی سے کپ میں انڈیلتی ہوئی بولیں۔

انکی مرضی بھی ہم کیا کہہ سکتے ہیں وہ اخبار کے صفحے پلٹتے ہوئے بولے

انکی مرضی؟؟۔۔۔۔۔ تین مہینے سے یہی ہوتا آرہا ہے وہ مشکل سے تین بار آئی ہوگی شادی کے بعد ہمارے گھر۔ مانا کہ فون کی سہولت نہیں ہے لیکن خط تو لکھ سکتی ہے وہ ہمیں وہ بھی کوئی ایک آدھ بار بس سلام دعا کا پیغام آیا ہوگا۔ آپ اصرار تو کرتے۔ میں بات کرتی ہوں ایسے نہیں ہوتا وہ زیادہ ہی تیوری چڑھائے رکھتی ہیں انسان تھوڑا تو لحاظ رکھتا ہے۔ ام ہانی بھی تو کچھ نہیں بولتی کہتی تو سہی کہ وہ جانا چاہتی ہے ہمارے ساتھ۔

ہم بیٹیوں والے ہیں اور بیٹی والے مقابلہ نہیں کیا کرتے وہ جھک جایا کرتے ہیں۔ پھر جو لڑکیاں میکا بساتی ہیں وہ کبھی گھر نہیں بسا سکتی فردوس بیگم۔ وہ انکے ہاتھ سے چائے کا کپ پکڑتے ہوئے بولے۔ یاد رکھیے گا بیٹیوں کے گھر نہ بسنے میں بہت حد تک ہاتھ انکی ماؤں کا ہوتا ہے۔ فیصل میں ان ماؤں میں سے نہیں ہوں میں نے اپنی بچی کو رشتے بنانے سیکھائے ہیں توڑنے نہیں۔ ہاں پھر بس آپ اسے وہ کرنے دیں جو وہ کر رہی ہے آخر تربیت آپ نے کی ہے آپ کی ہی بیٹی ہے مجھے پورا یقین ہے وہ کوئی ایسا کام نہیں کرے گی جس کی وجہ سے اس کے ماں باپ کا سر جھکے۔

تمہارا خط ملا

امید ہے تم خیریت سے ہو گی

میں بھی خیریت سے ہوں

تمہارا خط تو مجھے بہت پہلے مل گیا تھا لیکن تھوڑی مصروفیت کی وجہ سے دیر سے جواب دے رہا ہوں اس کے لئے معذرت کام کا کافی بوجھ ہے آج کل مصروفیت بھی بہت بڑھ گئی ہے۔ تم نے تو کبھی حال

بھی نہیں پوچھا لیکن کوئی بات نہیں کہتے ہیں محبوب بے رخی نہ دکھائے تو کاہے کا محبوب۔ امی کو تمہارے بارے میں بتایا تھا تھوڑا غصہ ہوئی تھیں لیکن اب ٹھیک ہیں میں انکو یقین دلا رہا ہوں میں نے انھیں کہا ہے کہ ایک بار تمہارے بارے میں ضرور سوچیں دیکھ لیں تمہیں پسند نہ آئی تو انکا حکم سر آنکھوں پر لیکن میں نے ان کو یہ یقین دلایا ہے کہ میری پسند انھیں کبھی بھی مایوس نہیں کریگی اور انکو بھی وہ ایک اچھی فرمانبردار بہو اور بیوی بن کر دکھائے گی۔ یہ بات میں آنکھیں بند کر کے کہہ سکتا ہوں۔ تم نے کہا تھا کہ تمہیں یقین نہیں ہے تم وقت لے لو جتنا چاہے میں کچھ مہینے بعد گھر آؤنگا اور پھر اپنے اماں ابا کو بھیجو گا مجھے تمہارے ہر فیصلہ قبول ہوگا مگر میری محبت کو ٹھکرانے سے پہلے ایک بار سوچ ضرور لینا۔ تمہارے لیے اپنے پسند کے رنگ کی چوڑیاں بھیج رہا ہوں پہن لینا۔ کیا پتہ خط پہنچتے پہنچتے کچھ ٹوٹ جائیں تو اس لیے پانچ چھ زیادہ خرید کر بھیج رہا ہوں۔ ویسے میں آج سوچ رہا تھا کہ لڑکیوں کی ہر خوشی درد سے منسوب ہوتی ہے ماں بننے سے لے کر کان میں جھمکا پہننے، ناک میں نتھنی سجانے اور کانچ کی چوڑیاں ہاتھوں میں پہننے تک۔ لیکن میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تمہیں ہر درد تکلیف سے دور رکھے۔ میں تمہارے خط کا انتظار کرونگا امید ہے اس دفعہ خط تین سے چار سطروں کا نہیں ہوگا۔ اپنا بہت خیال رکھنا، خدا تمہیں اپنے حفظ و ایمان میں رکھے اور ہمیشہ سلامت رکھے۔ آمین۔

فقط تمہارا

امی کچھ چاہیے تھا مجھے بلا لیا ہوتا

نہیں بیٹا کچھ نہیں وہ ایک کام تھا بات کرنی تھی۔ سکینہ بی بی کا رویہ صبح کی نسبت کافی شانت اور اچھا تھا۔ شیزہ دونوں کو دیکھ کر چپ چاپ بنا کسی تاثر کے چائے پینے لگ گئی۔

وہ بیٹا فائزہ کی سہیلی کی شادی ہے تو کہہ رہی تھی جانا ہے میں نے تو کہا کہ بھائی کا صدمہ ہے تازہ تازہ رہنے دو کہاں مانتی ہیں بچیاں پھر اسکی سہیلی بھی زور ڈال رہی ہے تو بیٹا وہ میں کہہ رہی تھی تین چار سوٹ دے دیتی اپنے اسکا گزارا ہو جاتا ابھی پیسے بھی نہیں کہ نیا جوڑا بنا دوں۔ وہ تو منع کر رہی تھی یہ لے نہیں رہی تھی میں نے کہا میں بات کرتی ہوں تمہارے شادی والے جہیز کے جوڑے ویسے ہی پڑے ہیں اب تم شوخ رنگ تو پہننے سے رہی ہینہ تو تم اسے دو اپنے جوڑے میں تمہیں سادہ سے نفیس ایک دو لے دوں گی لوگ کہیں گے جوان بیوہ ایسے تیز رنگ بھئی میں تو اپنی بہو کے لیے جلی کٹی باتیں نہیں سکتی۔

وہ حیران پریشان کھڑی تھی۔

ہانی سن رہی ہو نہ سکینہ بی بی نے ادھر ادھر سر ہلا کر اسے دیکھا۔

جی۔۔۔۔۔ جی امی وہ الماری کی طرف گئی وہاں سے کچھ جوڑے گوٹا لگے پشتواز، ویلوٹ، آرگنہ کے ریشمی دوپٹوں والے جوڑے نکال کر لائی سکینہ بی بی نے سارے ہی اسکے ہاتھ سے پکڑ کر فائزہ کو پکڑائے۔ شیزہ نے آنکھ اٹھا کر ایک نظر کپڑوں کو دیکھا نہایت خوبصورت نفیس شیشہ کاری، کڑھائی ہوئی گوٹا لگے دوپٹے لیس موتیوں سے جڑے دیکھنے میں قیمتی اور بھلے لگ رہے تھے۔

ہاں بیٹا جالے جا پھر دی دینا جو نہ پہننا ہوا انھوں نے فائزہ کو گھور کر اشارے سے کمرے سے جانے کو کہا۔

تم لوگ کرو باتیں میں تو سونے لگی تھی کمبخت فائزہ نے نیند سے جگا دیا کچی نیند اٹھ گئی۔ خوش رہو وہ اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کمرے سے باہر نکل گئی۔

شیزہ نے تیزی قہقہہ لگایا۔

تم کیوں ہسی۔ ام ہانی نے پاس بیٹھ کر چائے کا کپ اٹھایا۔
کچھ نہیں۔

شیزہ نے اپنا بیگ اٹھایا اور اس میں سے ایک ڈبی نکالی۔ ایک خوبصورت چاندی کی بھاری بھر کم چمکتی پائل ام ہانی کو دکھائی

یہ تو پائل ہے ام ہانی اسے ہاتھ میں پکڑے ٹٹولتی ہوئی بولی

یہ تو میں بھی جانتی ہوں۔ لیکن اسکی خاص بات یہ ہے کہ ارہم کو پائل پسند تھی اسی نے دی تھی اور وہ کہتا تھا کہ ایک دن آئیگا جب وہ خود مجھے اپنے ہاتھوں سے پہنائے گا مگر وہ دن کبھی نہیں آیا۔

ام ہانی نے پائل اسکے ہاتھ میں دے کر اسکی مٹھی بند کر دی۔

مرد نے عورت کو جسم کے سوا کچھ نہیں سمجھا۔ یہ جو آج تم پائل پہنانے کی باتیں کر رہی ہو وہ تو نشہ

تھا۔ عورت کا نشہ ایسا ہی تو ہوتا ہے مرد اس میں مدہوش بہہ جاتا ہے۔ تمہیں کیا لگا وہ تمہیں محبوبہ

کہتا تھا تو بیوی کا درجہ بھی دیے گا۔ نہیں۔۔۔۔۔

بالکل نہیں تم بس محبوبہ تھی اس کے لیے اسکی وقتی تسکین،۔ دل لبھانے والی ایک دلربا وہ بس تمہاری اداوں سے محضوظ ہوتا تھا اور تو کچھ نہیں۔ مرد صرف چار عورتوں کا محافظ ہوتا ہے ماں، بیوی، بہن اور بیٹی باقیوں کو بھوکے کتے کی دیکھتا ہے رال ٹپکتی ہے اسکی رال۔ اور جسے وہ اپنا چاہتا ہو نہ اسکی تو سر عام نمائش نہیں کرتا اسے چھپا کر رکھتا ہے زمانے کی نظروں سے۔

تمہیں بیوی کا رتبہ کیوں دیا محبوبہ تو تم بھی تھی نہ؟ شیزہ نے اب موقع پر چوکا مارنے والی بات کی تھی۔

مرد کی حس ایسی ہوتی ہے کہ وہ عورت کے پاس سے گزر بھی جائے تو جان جاتا ہے وہ کیسی ہے۔ تمہیں پتہ ہے شیزہ مرد ایک بوند پھینک کر عورت کے پاگل ہونے کا تماشہ دیکھتا ہے۔ سچ کہوں میں تو یہ محبت کچھ بھی نہیں ہوتی کچھ بھی نہیں۔ کیا ہے محبت کیا ہے آج تک کوئی اسکا صحیح جواب ڈھونڈ پایا ہے۔ ارہم ہو یا کوئی اور ہو مرد مرد ہوتا ہے۔ اسے تو عورت کی تمنا ہوتی ہے کشش بھی ہوتی ہے پیاس ہوتی ہے اسے۔ شاید اسکے جسم کی بھوک بھی ہو اسے۔ محبت تو بس اس پیاس کو بجھانے کا ایک نام ہے جو اسے دیا جاتا ہے۔ وہ شادی سے پہلے مجھے جاننا چاہتا تھا کہ جو عورت اسکی زندگی میں شامل ہونے والی ہے وہ کس کردار کی ہے۔ محبت تو محض بہانہ تھا۔ ہمیں دراصل کچھ لوگوں کی عادت ہو جاتی ہے اور ہم اسے محبت سمجھتے ہیں۔

یہی فرق تھا تم میں اور مجھ میں مرد محبوبہ کے سامنے تو خوشی خوشی جھک جاتا ہے۔ مگر بیوی کا غلام نہیں بن سکتا اس کے سامنے نہیں جھکتا کشادہ پیشانی، چوڑا سینہ کندھے قد کاٹھ کا مالک بیوی کے سامنے رعب میں رہتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے اسے برتری حاصل ہے۔ لیکن اس برتری کا تعلق بہت

دن مجھے یاد کیا تو کیا جواب دوں گی کہ مجھے کبھی آپکی یاد نہیں آئی ہاں یہ ضرور یاد آتا تھا کہ آنکی یاد نہیں آئی۔ کیوں نہیں آتی تھی میں خود بھی نہیں جانتی۔ تم بتاؤ باتوں ہی باتوں میں بھول ہی گیا مجھے کوئی حساب چکنا کرنے آئی تھی شاید تم۔

ہاں وہ یاد آیا بھول ہی گئی میں تو۔ وہ ماتھے پر ہاتھ کر کر بولی مجھے آج بھی وہ دن یاد ہے جب ارہم کالج کے کیفے میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اس دن بلیک ڈریس پیٹ کے ساتھ سکن شرٹ پہنے ہوئے تھا جب میں خود کیفے اس سے ملنے گئی تھی اور وہ ہماری تیسری ملاقات تھی۔

کیسے ہو ارہم۔ اسکے سامنے ایک شوخ لباس میں ملبوس ایک دوشیزہ کھڑی تھی وہ اپنا بیگ ٹیبل پر رکھتی ہوئی بولی۔

اسلام علیکم۔ میں ٹھیک ہوں۔ تم بتاؤ وہ پین ہاتھ میں پکڑے کاپی پر نظریں جمائے بولا۔ او معاف کرنا میں بھول گئی۔ وہ ماتھے پر ہاتھ مارتی ہوئی بولی۔

کمال ہے وہ تنظریہ انداز میں بولا

تم اب میرا مذاق اڑاؤ گے وہ آنکھیں سکیڑتی ہوئی بولی۔

نہیں تو میں حیران ہوں زمانہ اتنا ترقی کر گیا ہم اتنا آگے آگئے کہ اب سلام دعا کی بجائے سیدھی بات ہی شروع کر دیتے ہیں۔

اف۔۔۔۔۔ اچھا چھوڑو اب یہ سڑیل باتیں۔ وہ بے زاری سے بولی

ارہم نے اسکی طرف سرد مہری سے آنکھیں اٹھا کر دیکھا اور دوبارہ نظریں کاپی پر جمالی

ایک بات تو بتاؤ وہ کرسی پر سیدھی ہوتی ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر بیٹھی۔ یہ تم ایسے ہی ہو یا بننے کا ڈرامہ کرتے ہو چپ رہنا کسی میں دلچسپی نہ دکھانا ہر چیز سے بیزار ہو۔ کیا ہو تم وہ ہوا میں تیز تیز ہاتھ لہرا کر بات کر رہی تھی۔

ارہم نے کاپی میں پین رکھ کر بند کر کے اسے ٹیبل پر رکھا اور ایک خاص انداز میں آئی ابرو اٹھاتے ہوئے بولا محترمہ میں اتنا بے شرم اور بے حیا نہیں ہوا کہ باقی لڑکوں کی طرح کندھے پر یا ہاتھ پر ہاتھ مار کر لڑکیوں سے تالیاں مار مار کر باتیں کروں۔ میں ڈگری لینے آیا ہوں اور میں اپنے خاندان کا ایک ہی سرمایہ کار ہوں میں یوں پیسے ہوا میں اڑا نہیں سکتا۔ امید ہے آپکو جواب مل گیا ہو گا آپ جاسکتی ہیں۔

وہ اسکے جواب پر پہلو بدل کر رہ گئی۔ کیا چیز ہو تم میں نے کسی اور زمرے میں بات کی اور تم کسی اور انداز میں بات کر رہے ہو۔

جو بھی ہے میں ہر چیز اور ہر قدم سوچ کر اٹھاتا ہوں۔ فیصلہ بہت احتیاط سے کرتا ہوں۔ مجھے جس حد تک تمہاری بات سمجھ آسکی میں نے جواب دے دیا۔ وہ دوبارہ کاپی اٹھا کر پڑھنے میں مصروف ہو گیا۔ لیکن مجھے تمہاری بات کا بالکل برا نہیں لگا۔ چلیں مہربانی۔ اس نے مختصر سا جواب دیا۔

ارہم دیکھو بات یہ ہے کہ میں بالکل ڈائریکٹ لڑکی ہوں۔ اور سیدھی بات کروں گی۔ کیا بولو سن رہا ہوں۔

تم مجھے اچھے لگتے ہو اور باقی لڑکوں سے الگ بھی ہو۔ مجھے۔۔۔۔۔۔ مجھے تم سے محبت ہو گئی ہے۔

وہ بنا کچھ کہے بیگ اٹھا کر چلی گئی۔ اور ارہم کی نظروں نے دور تک اسکا سر تا پیر تعاقب کیا تھا۔
جھوٹ-----ام ہانی کی آواز پر شیرہ کی سوچ کا تسلسل ٹوٹا۔

ماضی تھا۔۔۔۔۔ نہیں ماضی نہیں تھا جس چیز کو بھلا نہ سکو یا جو بھلائی نہ جا سکے اسے ماضی نہیں کہتے۔ ام ہانی بیڈ پر بیٹھی اطمینان سے بولی۔

تم سمجھتی ہو کی فائل جس کے بھی نام ہو پلاٹ پر قبضہ تو تمہارا ہی ہے نہ۔ تو اترا کیوں رہی ہو تم تو محبوبہ سے منکوحہ بن گئی جیت جو گئی ہو اس لئے میرے سامنے تان کر کھڑی ہو۔ ارہم نے تمہیں اپنایا تمہیں ترجیح دی اس لئے ہوا میں اڑ رہی ہو مت بھولو تم اب محبوبہ یا منکوحہ نہیں ہو تم بیوہ ہو ایک مرحوم کی بیوہ۔۔۔۔۔۔۔۔ شیزہ کی آنکھوں میں جیسے چنگاری بھر آئی کو ام۔ ہائی کی آنکھیں نم

ہوئی تھیں۔ آنکھوں کی نمی کہیں محلول ہو کر آگ کی طرح بھڑک اٹھی۔ اور اسی لمحہ وقت آگ کی لپیٹ میں آیا تھا۔

آشدان کے سامنے کرسی پر بیٹھی ایک ادھیڑ عمر خاتون ساڑھی کا پلو کمر کے پیچھے سے گھماتی بازو پر اٹکائے اٹھ کر ریسور کی طرف آئی۔ دراز میں سے ڈائری نکال کر چین کے ساتھ لٹکتی سینے تک آتی عینک اٹھا کر لگائی اور نمبر ملایا۔

مرحوم کی بیوہ بات کر رہی ہو 19 اکتوبر 1985 کے دن کا کچھ پرانہ حساب کلئیر کرنا ہے اپنی میم صاحب کو اس ایڈریس پر ملنے کے لئے کہئے گا۔ ایڈریس فیکس کے ذریعے بھیج رہی ہوں۔

بہت کاچور ہو کوئی کام بھی ٹھیک سے نہیں ہوتا تم لوگوں سے۔ کیا مطلب کہ ایڈریس آگیا ہے اور بات کا تم لوگوں کو پتہ نہیں کیوں آیا ہے؟ کس نے بھیجا ہے؟ نام کیا ہے؟ فرشتوں نے بھیج دیا کیا۔ حد ہوتی

ایک ہی روانی میں ایک فربہ جسامت کی خاتون کندھوں تک کلنگ کرائے بالوں کو کیچر میں لپیٹتی لائین میں کھڑے ملازموں پر غصہ کر رہی تھی۔

ڈرائیور گاڑی نکالو۔ مجال ہے کوئی بات انکو پتہ ہو کوئی کام ڈھنگ سے کرتے ہوں یہ۔ وہ پرس اٹھا کر لاونج سے باہر نکلی تھی۔

گاڑی ایک عالیشان بنگلے نما گھر کے باہر رکی۔

یہی ایڈرس تھا۔

اتنے سال میں خود کو تمہاری مجرم سمجھ کی جیتی آئی ہوں۔ خود کو دوش دیتی رہی کہ کیسی عورت ہوں کسی کی محبت پر قابض ہو گئی بہت کو سا خود کو مگر اس رات اگر تمہارا پرس نہ گرتا اور وہ خطوط نکل کر پلنگ کے نیچے نہ جاتے تو میں کبھی سچ جان ہی نہ پاتی۔ مجرم تو تم اور ارہم تھے دھوکہ دیتے رہے مجھے شادی کے بعد بھی معلوم تھا تمہیں تم پھر بھی ارہم سے ملتی رہی۔ ایک عورت عورت کا دکھ سمجھ سکتی ہے عورت ہی عورت کی دشمن بھی بن سکتی ہے۔ تف ہے تم پر اس دن تم ارہم سے ملنے گھر آئی تھی کیونکہ وہ تمہارے فون کا جواب نہیں دے رہا تھا دیتا کیسے مر جو گیا تھا وہ اور جب تم گھر آئی تو اسکی میت تمہارے سامنے تھی۔ میں پاگل سمجھتی تھی وہ مجھ سے محبت کرتا ہے۔

یاد رکھنا شیزہ عورت کا حق نہیں ہے کہ وہ مرد کی شادی سے پہلے کی زندگی کے بارے میں جانے مگر شادی کے بعد اسے پورا پورا سوال کرنے کا حق ہے کیونکہ وہ بیوی ہے۔ اور تم چلی تھی مجھے برباد کرنے میرا گھر اجاڑنے۔ ارہم کیسا شوہر تھا۔ سچ کہتے ہیں مرد مرد ہوتا ہے۔

میں نے ہمیشہ اپنی تخیل اور سوچ میں مرد کو ایک خوبصورت مقام دیا ہے۔ اسے عزت اور محبت کے ایک خوبصورت سانچے میں ڈال کر ہی دیکھا ہے۔ کیونکہ میرا پالا ہمیشہ ایسے مردوں سے پڑا تھا میں نے اپنے آس پاس ایسے مردوں کو پایا تھا۔ پھر میں نے جانا کہ سبھی مرد ایک جیسے نہیں ہوتے۔ مرد کی فطرت ہمیشہ سے ہی اسکی عادت سے الگ رہی ہے۔ محبت، عزت، پیار اور خلوص یہ سب اسکی عادات ہیں اسکی فطرت نہیں مرد کی عادتیں بدلتی ہیں کبھی دیکھا ہے کہ فطرت بدل جائے۔

مرد کی عادت اور فطرت میں ہمیشہ ہی ایک تضاد رہا ہے۔ یہ دونوں کبھی بھی ایک نہ تھی اور نہ کبھی ہوں گی۔ زمیں آسمان کا فرق ہے عادت اور فطرت میں۔ میں سمجھتی تھی کہ عادتیں پختہ ہو کر فطرت بن جاتی ہیں لیکن مرد نے اس بات کو کبھی سچ ثابت نہیں ہونے دیا ہمیشہ کہا ہے یہ دونوں الگ ہے تھی اور رہیں گی۔

خاموش کیوں ہو جواب دو اب مجھے شیزہ۔ ام ہانی تقریباً چلاتی ہوئی بولی۔

اور یہ خط یہ چوڑیاں یہ تحفے گھن آتی ہے مجھے ان سے اب۔ پہلے جن سے ارہم کے لمس کی خوشبو آتی تھی اب انھی میں سے دھوکے کی بو آتی ہے تھوکتی بھی نہیں میں ان پر۔ اس نے پاس لوہے کی ڈسٹن میں پڑے خطوط کو ماچس کی تیلی جلا کر جزیوں سمیت آگ کی بھینٹ چڑھا دیا اور ہاتھ میں پکڑی کچھ لال چوڑیاں زمین پر پٹنی تھیں۔

کہانی ابھی بھی ختم نہیں ہوئی تھی۔ ایک راز تھا ایک پزل تھی جو ام ہانی کا انتظار کر رہی تھی۔ اسے جسے سلجھانا تھا۔ وہ اپنے ماضی کو مکمل طور پر بھلا کر زندگی میں آگے بڑھ چکے تھی۔ اس دن کے بعد اس نے کبھی بھی مڑ کر پیچھے نہیں دیکھا تھا۔ نئے دور کے نئے وقت نے کٹی کھائی تھی۔ ان بیس سالوں میں وقت کا پہیہ بہت تیزی سے گھوم رہا تھا۔ خطوط کا زمانہ نکل گیا تھا اب لوگوں کے ہاتھوں میں موبائل آگئے تھے۔ تہذیب و تمدن وقت کی ریس میں کہیں بہت پیچھے رہ گئی تھی۔ ثقافت شاید تھک کر بیٹھ چکی تھی کسی گھنے پیڑ کے سائے میں طویل سانس لینے کے لیے۔ گھر اب گھر نہیں مکان بن رہے تھے۔ آبا کے ہاتھ سے اپنوں کے ہاتھ چھوٹ کر ان میں چھڑیاں آگئی تھیں۔ وقت نے بہت

کچھ بدل دیا تھا۔ پرانی پیڑھی کی جگہ اب نئی جنریشن آگئی تھی زبان بھی بدل گئی تھی۔ اور فرق بھی ختم ہو رہا تھا۔ رشتوں میں سے احساس کی گرمائش بھی کم ہو رہی تھی اور لہجوں کی ٹھنڈک بڑھ رہی تھی۔

ظہر کی نماز کے بعد مسجد خالی ہو چکی تھی کوئی اکا دکا جو لوگ باقی تھے وہ بھی جا چکے تھے۔ لیکن ایک طرف صف میں ایک نوجوان کافی دیر سے سجدہ ریز تھا اور اسکی مسلسل سسکیوں کی آواز آرہی تھی وہیں تھوڑے فاصلے پر سفید داڑھی اور نفیس لباس میں ملبوس ایک بزرگ قرآن کی تلاوت کر رہے تھے۔ وہ اسکی آواز سن کر قرآن بند کر کے اس کے پاس صف پر آ بیٹھے۔ اسکی پشت پر ہاتھ رکھا سسکیوں کی آواز بند ہوئی تھی لیکن ایک مخصوص وقفے کے بعد دوبارہ سسکیوں پر سسکیاں بھری جانے لگیں۔ بزرگ نے اسے ہلایا وہ ایک دم اٹھا اور لا علمی سے اس نورانی چہرے کو دیکھنے لگ گیا۔ ایک ہلکی سی مسکراہٹ چہرے پر نمودار ہوئی تھی۔

واہ مولا تیری شان!! گناہ کروا کر جوانی بھر کے عشق پھر عبادت میں ڈال دیتا ہے۔

مطلب وہ اب سیدھا ہو کر بیٹھا گیا۔ بزرگ نے اسکو غور سے دیکھا اور ایک بار پھر مسکراہٹ چہرے پر پھیلی تھی۔

شوق ہوتا ہے ہر عمر میں جدا جدا

عشق پیسہ اور پھر خدا خدا

میں سمجھا نہیں بابا جی۔ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔

سمجھ جاو گے بچے سمجھ جاو گے وہ اس کو تھپکی دیتے یوئے بولے۔ تمہیں کیا لگتا ہے تم یہاں خود آئے ہو نہیں بچے تمہیں لایا گیا ہے۔ قدرت لائی ہے تمہیں یہاں تم خود چل کر نہیں آئے یہاں۔
نہیں میں خود ہی آیا ہو کسی کے کہنے پر نہیں نہیں آیا۔ کوئی مجھے نہیں لایا میں خود اپنی گاڑی میں آیا ہوں باہر کھڑی ہے ڈرائیور بھی نہیں لایا مجھے۔ میں نے کسی کو نہیں بتایا کہ میں یہاں ہوں۔
اسکی بات پر بزرگ بابا نے ہس کر اسکا گال تھپتھپایا تھا۔

وہ جسے چاہے ہدایت دے جسے چاہے گمراہ رکھے۔

مجھے ہدایت مل گئی ہے بابا میں سدھر گیا ہوں۔ میں جانتا ہوں میں نے ہر غلط کام کیا ہر گناہ کیا۔ ہر لذت کو چکھا میں نے۔ ہر چیز ایکسپیرینس کی ہے۔ ہر چھوٹی سے چھوٹی برائی سے لے کر کوئی ایسا بڑے سے بڑا گناہ نہیں جو میں نے نہ کیا

ہو۔ چوری، بدگاری، جھوٹ، دھوکہ، سود، فریب، نشہ، زن،۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ وہ ایک دم ٹھہر گیا۔ لیکن میں سمجھ گیا ہوں اب مجھے احساس ہو گیا ہے۔ یہ احساس میرے لئے کسی احساس جرم سے کم نہیں

ہے۔ میں۔۔۔۔ میں شرمندہ ہوں۔ اس نے اپنا چہرہ اپنے ہاتھوں ہر گرایا اور وہ اب پھوٹ پھوٹ کر رونے لگ گیا۔

بزرگ بابا نے اس کے بالوں میں اپنا ہاتھ پھرا اور اس نے سر اٹھا کر انکی طرف دیکھا۔

کوئی بھی دودھ کا دھلا نہیں ہوتا انسان خطا کا پتلا ہے اور " انسان جانے انجانے میں بہت ساری غلطیاں گناہ کر بیٹھتا ہے لیکن صحیح وقت پر ان پر شرمندہ ہونا یا انکا احساس ہو جانا کسی نعمت سے کم نہیں ہوتا۔"

مجھے معافی تو مل جائیگی نہ بابا۔

ہم گناہ کرتے جاتے ہیں اس عوید پر کہ وہ رحمان ہے لیکن یہ بھول جاتے ہیں کہ وہ رحیم بھی ہے اسکی پکڑ بہت سخت ہے۔ لیکن بچہ اللہ تو معاف کر دیتا ہے مگر بندے نہیں کرتے رحمان کے بندے بہت ظالم ہیں۔ اتنا تو رحمان نے اپنی بندوں کو اپنے غضب سے نہیں ڈرایا جتنا اس کے بندے اسکے غضب سے بندوں کو ڈراتے ہیں۔

اور رہی بات معافی کی تو وہ جل جلال ہے، غفور رحیم ہے، رحمان ہے، رحیم ہے وہ اپنے بندوں سے بہت محبت کرتا ہے اپنے بندوں کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا تم صدق دل سے معافی مانگ کر تو دیکھو۔ اور یاد رکھنا تمہاری تنہائی تمہیں جس طرف راغب کرتی ہے وہی تمہاری حقیقت ہے یہ سارا کھیل تو خلوت جلوت کا ہے۔

ادھر بیٹھو اور چپ کر کے سنو میری بات اس نے سونیا کو جھنجھوڑ کر بازو سے پکڑتے ہوئے بیڈ پر اپنے پاس بٹھایا۔

سونیا دوپٹہ نہ لینے سے بال گلے میں ڈال کر یا جینز اور تنگ شرٹس پہن کر کوئی بھی لڑکی یہ سوچتی ہے کہ وہ ماڈرن ہے تو وہ غلط ہیں وہ دراصل جاہل ہیں ماڈرن نہیں۔ اور ہاں لڑکوں کے ساتھ دوستیاں لگا کر ان کے ساتھ بیٹھ کر خود کو کول بتانے والی لڑکیاں کول نہیں وہ بھی جاہل ہیں۔ اپنا آپ دکھانا کسی کو جدید زمانے میں ماڈرنزم نہیں بلکہ جہالت ہے۔ اور اگر تم یونیورسٹی جاتی ہو اور تمہاری زینت تمہارا دوپٹہ، تمہاری حیا تمہارا گھنہ، اور تمہاری شرم تمہاری شان تمہارے پاس نہیں ہے تو تم چاہے دنیا کی مہنگی جیولری یا کاسمیٹکس پہن لو تم بد صورت ہی لگو گی۔ کڑوی باتیں ہیں لیکن سچی ہیں۔ میں زمانہ جاہلیت کی جاہل نہیں بلکہ ایک باوقار لڑکی ہوں اور میری دس پڑھی تعلیم نے کم از کم مجھے صحیح غلط اور اچھے برے کا ضرور بتایا ہے جو تمہاری ماڈرن یونیورسٹی بھی نہ بتا پائی۔ ایک لڑکی کو اپنی حدود کا ضرور پتہ ہونا چاہیے اسے ایک محرم اور نامحرم کا مقام پتہ ہونا چاہیے۔ اور ہر کسی کو اسکی جگہ پر اور لمٹس میں رکھنا آنا چاہیے۔ کہتے ہیں کہ لڑکیوں کا نامحرم کے معاملے میں بد اخلاق ہونا ہی بہتر ہے۔ یاد رکھنا زمانہ کبھی بھی ایک مضبوط لڑکی کو پاؤں تلے روند ہی نہیں سکتا ہاں البتہ وہ جسکا ایمان کمزور ہے نفس پر قابو نہیں ہے وہ ضرور ڈگمگا سکتی ہے۔

یاد رکھنا تم یونیورسٹی مردوں میں لڑکوں میں یا انسانوں میں نہیں جاتی بلکہ تم ایسی جگہ جاتی ہو جہاں خونخوار بھیڑیے ہیں جو ٹپکتی رال کے ساتھ اپنے شکار پر نظریں جمائے تاک میں کھڑے ہوتے ہیں۔ اگر تم جان لو کہ لڑکے ایک لڑکی کو کس نظر سے کیسے دیکھتے ہیں اور وہ لڑکیوں کے بارے میں

کیا چہ گویاں کرتے ہیں تو تم کبھی بھی کسی بھی مرد کے بارے میں سوچنے سے پہلے دس بار سوچو گی۔ خود کو ماڈرن اور تعلیم یافتہ بتانے والی ہر جاہل لڑکی کی آنکھوں پر ماڈرنزم کی پٹی بندھی ہے اور کچھ نہیں۔ بہت معذرت کے ساتھ کہ ایسی لڑکیاں بے باکی، بے شرمی، بے حیائی اور جاہلیت کے اعلیٰ ترین درجے پر فائز ہوتی ہیں۔

اور سونیا کی نظریں سامنے اس دوپٹے پر جمی ہوئی تھیں جو بیڈ پر پڑا زمین پر لٹک رہا تھا۔

کون آیا تھا مئی۔ ارہان نے اپنا سر امی ہانی کی گود میں رکھتے ہوئے پوچھا پرانی ایک جاننے والی تھی۔ وہ پیار سے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگ گئیں آپکی دوست تھی؟

نہیں بیٹا دوست نہیں جاننے والی۔

ایک ہی بات ہے مئی۔

نہیں بیٹا ایک بات نہیں ہے بہت فرق ہے۔ اور تم بتاؤ کہاں گئے تھے آوارہ گردی کرنے۔

کہیں بھی نہیں نماز پڑھنے گیا تھا۔

کیا؟ وہ چونک کر بولیں

کیا مطلب کیا نماز پڑھنے گیا تھا اتنا حیران ہونے والی کیا بات ہے۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا

یہ کب ہوا ہمارے نواب زادے سدھر رہے ہیں خیریت ہے نہ اتنا بدلاؤ۔

ہاں مئی بس زندگی کا مقصد سمجھ میں آگیا ہے۔

اور یہ زندگی کا مقصد سمجھانے والی کون ہے۔ اس فقرے پر اچھا خاصہ زور دیا گیا تھا۔
 می کیا ایک تو آپ تنگ کرنے لگ جاتی ہیں۔ میں نہیں بتاؤں گا آگے سے کہ کہاں گیا تھا میں۔
 اچھا میری جان کیوں ناراض ہوتے ہو مذاق کر رہی تھی اچھی بات ہے میرا بیٹا اچھے راستے پر چل رہا
 ہے۔ کم از کم آج کل کے آوارہ لڑکوں جیسا تو نہیں ہے جو پتا نہیں کیا کیا کرتے پھرتے ہیں اللہ
 ہدایت دے بس انکو۔

ارہان وہیں لیٹا ایک گہری سوچ کے سمندر میں ڈوبا تھا۔
 می کیا واقعی گناہوں کا خمیازہ بھگتا پڑتا ہے مکافات عمل سچ میں کسی چیز کا نام ہے یا بس لوگوں کو
 ڈرانے اور بعض رکھنے کے لیے یہ دو لفظ بولے جاتے ہیں۔
 ام ہانی نے ایک سرد آہ بھری اور بیٹے کے چہرے کی طرف مسکرا کر غور سے دیکھا۔
 مکافات عمل مطلب کسی بھی چیز کا بدلہ خواہ وہ اچھی ہو یا بری، اچھے عمل کا اچھا اور برے عمل کا برا
 نتیجہ آپکو بھگتنا پڑتا ہے ایسا نہیں ہے کہ کوئی کسی کے حصے کی سزا کاٹ رہا ہے یہاں ہر کوئی اپنے
 اپنے اعمال کا صلہ کاٹ رہا ہے۔ جس نے گناہ کیا ہے سزا بھی اسی کو ملتی ہے ایسا نہیں ہے کہ کسی کے
 گناہوں کی سزا کسی اور کو مل جائے۔ وہ پیار سے اسکے بالوں میں ہاتھ چلاتی ہوئی بول رہی تھیں۔
 جواب سن کر ارہان نے سکون سے آنکھیں بند کیں جیسے کوئی بوجھ اسکے کندھوں سے اترا ہو۔

بس کر دیں باجی آپ مجھے ایسے بہکا نہیں سکتیں آپکی باتوں میں اماں آسکتی ہیں ابا آسکتے تھے میں
 نہیں۔ سونیا جھٹکا کھاتی اٹھ کھڑی ہوئی۔ سڑی پرانی باتیں اگر ایسے ہی کرتی رہیں نہ تو ساری زندگی گھر

بیٹھی رہ جائیں گی۔ مجھے زندگی بنانی ہے اچھا مستقبل اچھا مستقبل سمجھتی ہیں نہ کس کو کہتے ہیں۔ ارے آپکو کیا پتہ آپ تو----- ہوں ں ں ں----- وہ کچھ کہتی کہتی لب بھیج کر کمرے سے باہر نکل گئی تھی۔

سونیا میری بات----- رانیہ کی بات اسکی زبان پر آتی آتی رہ گئی اور وہ افسوس سے سر جھٹک کر رہ گئی۔ سونیا کے جانے کے بعد وہ کمرہ سیٹ کر کے باہر نکلی اور کچن کی طرف گئی جہاں سنک میں برتنوں کا ڈھیر اسے منہ چڑا رہا تھا۔ آدھے کھٹے بعد چہرے پر ناگواری کے اثرات لیے وہ باہر نکلی تھی۔ امی۔۔۔۔۔ امی کہاں ہیں آپ۔

آنکھوں میں نمی لیے وہ الماری کھولے نہ جانے کن سوچوں میں ڈوبی ہوئی تھی۔ اسکے ہاتھ میں ڈھیر سارے کپڑے اور قیمتی زیور تھا۔ وہ ان پر ہاتھ پھیرتی یادوں کے تسلسل بُنتی اور سوچ کے دریا میں ڈوبی اچانک ٹھٹھک کر ہوش میں آئی۔ فوار سبھی چیزیں واپس رکھ کے الماری بند کی۔ کیا ہو گیا ہے رانیہ کیوں سارا گھر سر پہ اٹھا رکھا ہے۔ آپ ادھر ہیں اور میں پورے گھر میں ڈھونڈ رہی ہوں آپکو۔ آواز ہی دے دیا کریں اتنی آوازیں لگائی میں نے۔

اچھا بولو کیا ہوا۔

کچھ نہیں آپکو ہی ڈھونڈ رہی تھی۔

کیوں

ایسے ہی۔۔۔۔۔ اسکی آنکھیں بھر آئیں۔

رانی ادھر دیکھو میری طرف کیا ہوا کیوں ایسا منہ بنایا ہوا ہے۔ سونیا نہیں سمجھتی بہت سمجھاتی ہوں نادان ہے کہیں کچھ غلط نہ کر بیٹھے بس اسی کو لے کر فکر مند ہوں امی۔ آپ کیوں نہیں سمجھاتی اسکو۔ میں تو تھک گئی ہوں سمجھا سمجھا کر بیٹا کیا کروں۔ کچھ لوگوں کو جب تک ٹھوکر نہ لگے سمجھ نہیں آتی۔ اللہ نہ کرے امی کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ وہ بیٹی ہے آپکی۔ جانتی ہوں۔

ہاں تو آپ بھی عجیب جچھ بھی بولتی ہیں۔ اچھا میری فلسفہ نگار شاعرہ کم سوچا اور لکھا کرو پاگل ہو جاؤ گی۔ اچھا ایسا کرو آج شام کچھ مہمان آرہے ہیں تم سعدیہ کو لے کر کچھ چیزیں لے آؤ بازار سے میں سکول سے ہو آؤں کیوں امی آج تو اتوار ہے اور سکول بھی بند ہے۔

ہاں کل تو کھلے گانہ دیکھوں جا کر صاف صفائی بھی ہوئی ہے یا نہیں یا ملازم ایسے ہی چلے جاتے ہیں ملازمہ بھی کسی کام کی نہیں بہت کاہل ہے۔ جب تک سر پہ کھڑے ہو کے کام نہ کر او مجال ہے کوئی کام صحیح کریں لوگ۔

خواخواہ ہی آپ نے خود کو مصروف رکھنے کے لیے سکول بنا لیا نانا اور ابو کی پنشن سے گزارہ ہو رہا تھا اچھا بھلا۔

بس چپ مجھے کوئی بحث نہیں چاہیے روز روز کی ایک بات سے تنگ آگئی ہوں میں اٹھو اب جاو شاباش۔

اچھا امی ہو آئیں میں سعدیہ کو لے جاتی ہوں۔
ہاں جاو اور زیادہ دیر مت کرنا۔

کیا بن رہا ہے بڑی اچھی خوشبو آرہی ہے آج تو۔
وہ کچن کے ردوازے کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑا تھا۔ آگئے بد معاش کہاں گئے تھے صبح بنا بتائے
ماں کو۔

ارے مام سائیٹ پر گیا تھا تھوڑا کام تھا کل بہت میٹنگز ہیں تو سوچا آج کچھ کام نمٹا لو۔
اچھا آؤ ناشتہ کرو۔

لائیں مام میں ہیلپ کراتا ہوں ارہان نے ماں کے ہاتھ سے پلیٹس پکڑ کر ڈائینگ ٹیبل پر رکھی اور
دونوں ناشتہ کرنے میں مصروف ہو گئے۔

ارہان

جی مام۔ شادی کیوں نہیں کر لیتے بیٹا اب۔ وہ منہ میں نوالا ڈالتے ڈالتے ایک دم رک گیا۔ شادی ہاں
شادی۔ مام شادی کہاں سے آگئی بیچ میں۔ کیا مطلب شادی کہاں سے آگئی؟ میں اپنے فرض سے بالاتر
ہونا چاہتی ہوں اب۔ میں کوئی بیٹی تو نہیں کہ بوجھ ہوں آپ پر۔

یہ کس نے کہ دیا تم سے بیٹا کہ بیٹیاں بوجھ ہوتی ہیں؟
تو پھر مام

ارہان بیٹا۔۔۔۔۔ بچوں کے صحیح وقت پر بر دیکھ کر رشتہ کر دینا ماں باپ کا فرض ہوتا ہے۔

لیکن فحاح میں اس سب کے لئے ریڈی نہیں ہوں مام

کیوں ریڈی نہیں ہو بیٹا۔ وہ دونوں اب کھانا چھوڑ کر بحث و تکرار میں مصروف ہو گئے۔

کرئیر بن گیا بسنس سیٹل کر لیا خود کی کمپنی اسٹابلس کر لی انفیٹ کر پوئشن تک ہو گئی تو اب کیوں نہیں ریڈی

پتہ نہیں مام۔۔۔۔۔ وہ کرسی سرکاتا ٹیبل سے اٹھ کھڑا ہوا

کہاں جا رہے ہوں ناشتہ مکمل کرو۔

ضروری کام ہے آفس سے کر لوں گا۔

[illegible]

کمرے سے جگجگیت سنگھ کی غزل کی دھیمی دھیمی آواز آرہی تھی۔ "ہونٹوں سے چھو لو تم میرا گیت

امر کر دو" وہ ہلکی ہلکی آواز کے ساتھ گنگناتی ہوئی کیسٹ اکھٹی کر کے الماری میں رکھ رہی

تھی۔ الماری بند کر کے سٹول گھسیٹ کر اس پہ گھڑی ہو کر ایک اُچی اٹھایا اور اسے بیڈ پر رکھا۔ نمبرز

میں پاسورڈ لگا کر اٹیچی کھولا اسکی آنکھیں ایک دم چمک اٹھیں۔ اس میں بہت ساری کتابیں جو کہ

مشہور زمانہ کے مصنف اور شعرا کی تھیں۔ ڈائریز خوبصورت پین سوکھے مرجھائے ہوئے گلاب اور

گجرے پڑے تھے۔ اس نے ایک ڈائری نکالی اور ٹیبل پر آکر اسے کھول کر لکھنے لگ گئی نہ جانے اس

سے پہلے اس نے کتنے ہی صفحات کو جذبوں کی نیلے سیاہی کے سپرد کر دیا تھا۔

کبھی کبھی وقت اور حالات ہمارے تابع نہیں ہوتے اور کچھ چیزوں پر تو واقعی ہمارا اختیار نہیں ہوتا احساسات، جذبات، خوشی، غم، مسرت، امید، انتظار، اقرار یہ سب ایسی چیزیں ہیں جن پر ہمارا انسانوں کا بس نہیں چلتا۔ پھر حالات جیسے بھی چلاتے ہیں ہم ویسے چلتے جاتے ہیں۔ کچھ چیزوں کے ہونے یا نہ ہونے سے ہمیں فرق نہیں پڑتا کیونکہ ہمارے اندر کی ویرانی نے ہمیں گھیر لیا ہوتا ہے۔ آنکھوں میں امید کی چمک کی جگہ ٹوٹے خوابوں کی کرچیوں نے لے لی ہوتی ہے۔ پھر لبھوں میں زہر نہ ہو تو کیا ہو۔

چھوڑ جانے والوں سے بہت ڈر لگتا ہے کوئی پل بھر کی خوشی دے کر ہاتھ چھڑا دے تو یوں لگتا ہے کہ کسی نے زندگی چھین لی ہو۔ کوئی احساس دلا کر آپکو یقین کی پہلی سیڑھی سے ہی دھکا دے دے تو لگتا ہے کسی نے زوردار تھپڑ مار کر آنکھیں کھول دی ہیں۔ لوگ کیوں آتے ہیں چھوڑ جانے کے لیے؟؟ نہیں تو ہاں شاید کچھ پل کی خوشی دے کر ہمیشہ کے لیے وہ آپکو غم کا اندھیرا دے جاتے ہیں جہاں سوائے ہاتھ پیر مارنے کے کچھ نہیں ہوتا۔

وہ ایک لمبا سانس لیتی آنکھیں بند کرتی ہوئی کرسی پر ڈھے سی گئی۔ کچھ دیر بعد اٹھ کر اس نے سب کچھ سمیٹ کر اپنی اپنی جگہ پر رکھا۔ اور ڈریسنگ کے سامنے بیٹھ گئی۔ موٹی آنکھیں سانولا مگر کشش پھرا رنگ تیکھی بھنویں گالوں کو دونوں اطراف سے چھپاتی لٹیں اور کمر پر پھیلے کالے گھنے بال۔ اس نے ہاتھ اٹھا کر اپنے گال پر پھیرا اور اپنی آنکھوں میں غور سے دیکھا۔ آنکھوں میں کاجل مانو کہ بلا کی خوبصورتی اتر آئی ہو۔ گھنی پلکیں جھپک کو کھولی تو نم ہو گئیں۔ فوراً سے چوڑیوں بھرے چھنکتے ہاتھوں

* * * * *

انسٹاگرام پہ ہوئی تھی بات لہجہ کریں گے کہ رہا تھا میٹ اپ کرتے ہیں۔ ہیلو ہائے بھی ہو جائیگی

کیا ضرورت ہے میری ماں تو ایسے بھی اچھی لگ رہی ہے بہت۔ وہ اسکا چہرہ اپنے ہاتھوں میں بھرتے ہوئے بولا۔

اچھا بد معاش کہیں کا چل اب بھاگ یہاں سے۔
اوکے مام جلدی آئیں ویٹنگ۔

سعدیہ جب سے واپس آئی ہو موبائیل پر ہی لگی ہوئی ہو امی اکیلی ہیں کچن میں دیکھو جا کر انکو ہیلپ کراؤ انکی میں ذرا لاؤنچ صاف کر دوں۔ کیا باجی ہر وقت ایک ہی بات یہ کر دو وہ کر دو مطلب میں کیا یہاں کی نوکرانی ہوں۔ وہ منہ بناتی بیڈ سے اٹھی۔

نہیں ماہرانی ہو جاؤ اب۔ اور رکو یہ تم ایسے گئی تھی یونیورسٹی اتنا تنگ پا جامہ اور یہ شرٹ گھٹنوں تک بھی مشکل سے آرہی ہے۔ کیا ہو گیا ہے کیوں خود کو نمائش کا سامان بنا رہی ہو۔ رانیہ سر پکڑتی ہوئی بولی۔ اور یہ۔۔۔۔۔ یہ شفیعون کا ریشمی دوپٹہ لے کر گئی تھی تم۔ چادر کدھر تھی تمہاری۔ وہ کانوں پہ ہاتھ رکھتی باہر بھاگ گئی۔ میری بات کا جواب دو واپس آؤ سعدیہ۔۔۔۔۔ اففففف۔۔۔۔۔ رانیہ نے غصے سے دوپٹہ بیڈ پر پھینکا تھا۔

امی پلینز باجی کو سمجھالیں ہر بار مجھے ٹوکا نہیں کریں۔ سعدیہ پیر سٹیٹاتی ماں کر سر پہ جا کھڑی ہوئی۔
اب کیا کہ دیا اس نے وہ چولہا بند کرتی ہوئی واپس مڑیں۔
اچھا جی آپکو تو جیسے کچھ پتہ ہی نہیں ہے نہ وہ دونوں ہاتھ کمر پر رکھتی ہوئی بولی۔

اچھا اب باتیں بند کرو کچھ ٹیچرز آرہی ہیں کھانے پر میں انکو ڈیل کرلوں اور تم جا کر رانیہ کے ساتھ سٹیشنری کا آرڈر دیا تھا وہ پک کر لاؤ آج آخری تاریخ ہے۔

میں نہیں جا رہی امی میرا کام ہے مجھے پڑھنا ہے اور بہت تھکی ہوئی ہوں میں۔ آپ چلی جائیں۔ بیٹا میں کھانا بنا رہی دونوں بہنیں چلی جاؤ۔ شاباش زد نہیں اب۔

آ۔۔۔۔۔ امی سچ میں بہت کام ہے میرا پلیز ویسے بھی کچن کا تو سارا کام ہو گیا ہے سلاد اور میٹھا میں بنا دوں گی۔ پلاؤ بھی تیار ہے۔

اچھا ٹھیک ہے لیکن دھیان سے کرنس۔ وہ دوپٹہ صحیح کرتی کچن سے باہر گئی تھیں اور سعدیہ پیچھے ہونٹ چباتی عجیب سے الجھتی سوچ میں ڈوبی تھی۔

گاڑی شپنگ ایسپینج آرڈر آفس کے باہر آکر رکی۔ امی آپ جا کر آرڈر لیں یہاں پارکنگ فل ہے میں سامنے ریسٹورینٹ میں گاڑی پارک کر کے آتی ہوں۔ اچھا جلدی آنا۔ جی امی رانیہ ماں کو اتار کر گاڑی بیک کرتی ریسٹورینٹ کی طرف مڑی۔ گاڑی پارک کر کے وہ باہر نکلی اور رسید لینے آگے بڑھی تبھی کسی نے جھپٹا مار کر واپس مین سے رسید لی۔ رانیہ اس حرکت پر سرتا پیر تک تلملا گئی۔ ایکسیکوز می مسٹر یہ کیا طریقہ ہے یہ میری رسید ہے۔

اوہ۔۔۔۔۔ لیکن اسے پہلے میں نے لیا تو اسکا مطلب اب یہ میری ہے وہ نوجوان اس کے سامنے ہاتھ باندھتا آکھڑا ہوا۔

چھین لینے سے اس چیز پر آپکی ملکیت نہیں ہو جاتی یا اپکا حق نہیں بن جاتا واپس کیجئے اسے۔

مام وہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کچھ نہیں بس آتے آتے دیر ہوئی۔ اچھا آپ بتائیں کیا لیس گی۔ وہ دونوں ماں بیٹا مینیو کارڈ پر اپنا آرڈر ڈیساؤنڈ کرنے لگ گئے۔

سعدیہ جھٹ پٹ کچن کا سارا کام نمٹا کر کمرے میں پہنچی موبائیل بیڈ پر پڑاوا بھریٹ کر رہا تھا فوراً لپک کر فون اٹھایا۔ اوہ۔۔۔۔۔۔ ستارہ کے اتنے مسجز اور کالز یا اللہ سعدیہ نے پریشانی کے عالم میں کال ملائی پہلی رنگ پر کال اٹھالی گئی تھی۔

ستارہ کیا آفت آگئی تھی ج آسمان سر پہ اٹھایا لیا تھا۔

Whatsapp : 03335586927

ارے بھاڑ میں گیا وہ۔ تم بتاؤ منہ ٹوٹا ہوا تھا تمہارا کہ نہیں سکتی تھی کہ بھائی اب اٹھو چلتے بنو اور وہ اتنا فری کیوں ہو رہا تھا تمہارے ساتھ۔

ستارہ یار سنو تو تمہیں پتہ ہے وہ مجھے لائیک کرتا ہے۔

ہاں تو اسکے علاوہ اور کوئی بھی کرتا ہوگا تم اسکو بھی پاس بٹھا لوگی تم پاگل ہو سعدیہ۔
تم سے تو بات کرنا ہی فضول ہے سعدیہ نے موبائیل بند کر کے بیڈ پر پٹخا تھا۔

ہر رات میری نیندیں یہ سوچ اڑا دیتی ہیں پتہ نہیں آپ کہاں ہو گئیں۔ مجھے آج بھی یاد ہے آپکی وہ حالت، آپکی چپ، آپکی خاموشی کسی بات پر کبھی کوئی اعتراض نہیں کیا نہ ہی کبھی چوں کی کتنا حوصلہ تھا نہ آپ میں پتھر ہو گئیں تھیں آپ کہاں سے لاتی تھیں وہ دل جو ہر وار سہ جاتا ہے۔ کہاں سے آتی تھی وہ برداشت آپ میں جو آپکو سب سن کر پی جانے کی طاقت دیتی تھی۔ آپکی امانتیں میرے پاس محفوظ ہیں مجال ہے جو کبھی میں نے انکو اپنے زیب تن کیا ہو۔ بہت دکھ سہے آپ نے لٹے نہیں کہاں ہو گئی آپ، کس حال میں ہو گئی آپ نے گھر سے دور چلے جانے کا فیصلہ لے کر بہت اچھا کیا مگر آپکی جو خاموشی تھی وہ اب بھی میرے ذہن میں عجیب سا شور مچاتی ہے۔ کاش ایک بار آپ مجھے کہیں مل جائیں۔ بہت کچھ کہنا ہے، آپ جب میری بڑی بیٹی کو دیکھیں گی نہ حیران رہ جائیگی بالکل آپکا عکس لگتی ہے رنگ پر شاید باپ بھی چلی گئی وہ نم آنسوؤں سے ذرا سا مسکرائی تھیں اور کچھ آنسو ٹوٹ کر ہاتھ میں پکڑی فوٹو فریم پر گرے تھے وہ خود کو کمپوز کرتی اٹھ کھڑی ہوئی اور فوراً سے اٹھ کر فوٹو واپس رکھ کر الماری بند کر دی۔

لیپ کی ہلکی ہلکی روشنی میں وہ ڈائری پر موتی پرو رہی تھی کچھ موتی اسکی آنکھوں سے نکل کر صفحوں میں جذب ہو رہے تھے۔ "میں تمہیں کبھی نہیں چھوڑونگا رانی"۔ ہاتھ لکھتے لکھتے ٹھہر گیا۔ "وقت ہمیں چاہے ایک دوسرے سے دور کر دے لیکن ہم چاہ کر بھی دور نہیں ہونگے"۔ اس نے لبما سانس بھرا تھا۔ اٹھ کر اس نے کمرے کی کھڑکی کھول دی اسے لگ رہا تھا اسکا دم گھٹ رہا ہے اسے سانس نہیں آرہا۔ "میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ تم میری زندگی کا خوبصورت حصہ ہوگی"۔ اس کی سانس تیز ہو رہی تھی فواً واپس آکر

بیٹھ گئی اور اس کے ہاتھ تیزی سے ڈائری پر چلنے لگے تھے۔

کبھی کبھی اتنا لکھنے کو دل چاہتا ہے کہ لگتا ہے سیاہی بھی کم پڑ جائیگی۔ کبھی ذہن اتنا خاموش ہو جاتا ہے کہ دل کی کسی ایک دھڑکن ارتعاش یا ہلکی سی جنبش کو بھی رسپانڈ نہیں کر پا رہا ہوتا۔ پھر آپ دنیا سے کیا خود سے بھی فرار چاہتے ہیں پناہ چاہتے ہیں زندگی سے۔ خاموش بیٹھ کر کسی ایک کونے میں بس سب کچھ ہوتا دیکھنا چاہتے ہیں۔ آپ چاہتے ہیں کہ دل میں زرا برابر بھی ہلچل نہ ہو یہ بس ایک پتھر کی طرح اپنی جگہ پر اپنا کام کرتا رہے۔ ضبط ٹوٹ جانے کا خوف ہوتا ہے آنکھ میں بہت سارے خواب آنسو بن کر ٹھہر جاتے ہیں۔ حلق میں کتنے ہی ان کہے الفاظ پھنس کے رہ جاتے ہیں زبان دل کا ساتھ نہیں دے پا رہی ہوتی۔ خود کو شاید دلاسہ تسلی دینے کے لئے سامنے والے کی ہاں میں ہاں ایسے ملا دی جاتی ہے جیسے آپکو کبھی فرق پڑا ہی نہ ہو حالانکہ آپ ٹوٹ جاتے ہیں ریت کی مانند بکھر جاتے ہیں آپ۔۔۔۔۔

[illegible]

* * * * *

رات کا پچھلا پہر تھا وہ جائے نماز پر بیٹھا زار و قطار رو رہا تھا۔ سسکیاں تھیں کہ یکے بعد دیگرے اور ہچکیوں پہ ہچکیاں۔ میں تھک گیا اللہ میں ہار گیا۔ میں بہت برا ہوں لیکن مجھے ندامت ہے مجھے سنبھال لیجئے میں تھک گیا وہ وہیں سجدے میں ڈھیر ہو گیا تھا۔ ایک لمبی کالی تاروں بھری رات شطرنج کی بساط پر تین مہرے کھڑے تھے۔ چھل، شہ اور مات مگر اپنی اپنی چال خود نہیں چل رہے تھے انکے ساتھ زندگی چال چل رہی تھی۔ زندگی نے گویا اس کھیل کا تماشا بنا دیا ہو۔

* * * * *

صبح کی روشنی پھر ایک نئی امید کے ساتھ ابھری تھی۔ تم گئی نہیں آج۔ رانیہ نے سعدیہ کو کچن سے نکلتے ہوئے دیکھ کے پوچھا۔

وہ۔۔۔۔۔ نہیں آج ستارہ کی بہن کا نکاح ہے ادھر جانا ہے آپ مجھے چھوڑ دیں گی باجی۔
اچھا کتنے بچے جانا ہے؟ وہ کچن میں آگے بڑھ کر کیمین سے جیم نکالتی ہوئی بولی۔
یہی کچھ گیارہ کے آس پاس۔

آہاں ساڑھے گیارہ بجے جائیں گے مجھے بک شاپ جانا ہے ڈراپ کر دوں گی۔ وہ بریڈ پر جیم لگاتی ہوئی بولی۔ اچھا بس میں پھر تیار ہوتی ہوں۔ سعدیہ واپس جاتی جاتی مڑی۔ باجی۔۔۔۔۔
ہاں بولو۔۔۔۔۔ اس نے جیم واپس رکھ کر کیمین بند کیا۔

اچھا میروں اور گولڈن سوٹ پہن جاؤں پلینز سعدیہ نے بے چاری سی شکل بنا کر پوچھا۔
ہاں پہن جاؤں لیکن جلدی کرو لیٹ ہوئی تو چھوڑ جاؤں گی۔ وہ بریڈ کے ساتھ چائے کا کپ اٹھا کر کچن سے باہر آتی ہوئی بولی۔

مام میں سوچ رہا تھا کہ اب ہم کیوں نہ اسلام آباد شفٹ ہو جائیں۔ دونوں ماں بیٹا لان میں بیٹھے چائے پی رہے تھے۔

کیوں بیٹا یہاں کیا ہے اچھا بھلا گھر ہے تمہاری کمپنی یہاں ہے کام یہاں چل رہا ہے پھر یہ بیٹھے بٹھائے اسلام آباد کہاں سے سوچا۔

ایسے ہی بس سوچ رہا ہوں۔ نئی جگہ نئے لوگ ایک نئی شروعات۔

اچھا جی بڑا انس ہے لاہور سے آپکو۔ وہ چھیڑنے کے انداز میں بولا

ارہان بس۔۔۔۔۔۔۔ اس نے قرب سے آنکھیں بند کیں اور ایک دم غصے سے بولیں۔

ام ہانی نے چائے کا کپ اٹھایا اور مشکل سے اس نے ہر گھونٹ کو حلق سے نیچے گزارا تھا۔

Whatsapp : 03335586927

آپ-----وہ ایک دم حیران ہوئی۔

جی میں تمیز نہیں ہے کوئی یا عقل گھاس چرنے گئی ہے۔ رانیہ نے سخت غصے سے اسکی طرف دیکھا۔

ہاں تو کیوں آپ نے سڑک اپنے نام کروا رکھی ہے کیا۔

ایکسکیوز می مسٹری ہیو یوور سیلف۔

ایکسیوزڈ میڈم آپ ایسے کڑوا بولیں گی تو میں تو کیا کوئی اور بھی تمہیں دیکھے تو چلی سَاس ہی کہے

تو آپ جو عقل سے پیدل ہیں اسکا کیا لال بتی نظر نہیں آئی میں کر اس کر رہی تھی۔ رانہ سگنل کی

طرف اشارہ کرتے ہوئی بولی۔

واٹ ایور۔۔۔۔۔ وہ سن گلاس لگاتا ہوا گاڑی میں واپس بیٹھتا اسے بھگا کر لے گیا۔ رانیہ نے غصے

سے پاؤں زمین پر مارا تھا اور اسکی پائل کی آواز چھن کی ٹریفک کے شور میں کہیں گھل گئی تھی۔

* * * * *

نماز کے بعد مسجد تقریباً خالی ہو چکی تھی کوئی اکا دکا نمازی مسجد میں موجود تھا۔ رات کے ساڑھے گیارہ ہو رہے تھے وہ ہاتھ باندھے بیٹھا تھا۔ کسی خوشگوار سوچ کے ذہن میں آنے پر وہ ایک دم مسکرایا تھا۔ کیا بات ہے بیٹے آج تو مسکرا رہے ہو۔

جی بابا بس ایسے ہی ایک خوبصورت سا خیال آگیا تھا۔ وہ سر جھکاتے ہوا بولا۔

یہ وہی ذات ہے جو کسی کا خیال تمہارے دل میں ڈال دیتی ہے تاکہ وہ تمہاری دعاؤں کا حصہ بن سکے۔ بزرگ نے اس کے کندھے پر تھپکی دیتے ہوئے کہا۔ وہ ایک دم ٹھٹھکا۔ حیران مت ہو۔

لیکن میں جو سب بہت پیچھے چھوڑ آیا ہوں میں اس سب میں دوبارہ واپس نہیں جانا چاہتا۔ واپس جانے کے لئے کون کہہ رہا ہے بیٹا۔ کائنات کا سب سے خوبصورت جذبہ ہے محبت اسی پر اسکی بنیاد رکھی ہے۔ محبت نہ ہو تو کچھ نہ ہو۔ اور جو تمہیں یہاں تک کھینچ کر لاتی ہے وہ بھی تو محبت ہی ہے۔

میں سمجھا نہیں بابا۔ اس نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ آنکھیں بند کرو اور اس سے پوچھو۔ بزرگ نے اس کے سینے پر انگلی ماری اور اٹھ کھڑے ہوئے۔ وہ وہیں گہری سوچ میں ڈوبا اپنی پہیلی سلجھا رہا تھا۔

ستارہ ابھی پارکنگ سے نکل کر یونیورسٹی ایریا میں داخل ہوئی ہی تھی کہ ایک لڑکا بائیک پہ فرائے بھرتے ہوئے آیا اور اسکے عین قریب آکر اس نے بریک لگا دی۔ وہ اپنے حواس قابو میں رکھتی ذرا سائیڈ کو ہوئی۔ سعدیہ کہا ملے گی؟ اس نے ہیلمٹ اتارتے ہوئے پوچھا۔
جی وہ..... اس کی تو کلاس ہے۔

اووووو۔۔۔۔۔ اچھا اسے کہنا کلاس کے بعد ملے مجھے کیفے میں۔۔۔۔۔ ستارہ نے اثبات میں سر ہلایا اور چل دی

کہنیے گا حارب نے پیغام بھجوایا ہے وہ جاتی جاتی ہاں میں سر ہلا گئی۔ کلاس میں جاتے ہی اس نے ڈیسک پر بیگ زور سے پٹخا تھا۔
کیا ہو گیا ہے ستارہ صبح صبح موڈ خراب کیوں کیا ہے۔ سعدیہ جو کسی اور لڑکی سے بات کر رہی تھی فوراً ستارہ کی طرف مڑی۔

کیا ہو گیا ہے۔۔۔۔۔ سیر نیسلی سعدیہ۔۔۔۔۔ اور تم جو کرتی پھر رہی ہو وہ سب کیا ہے۔
کیا۔۔۔۔۔ کیا مطلب ہے تمہارا بیٹھو تو صحیح۔ سعدیہ نے اسے بازو سے کھینچ کر پاس بٹھایا تھا۔
تمہارا وہ حارب ابھی دو دن نہیں ہوئے اسے ملے ہوئے تم سے اور تم نے اتنا سر پہ چڑھا لیا۔
آہستہ بولو سب سن لیں گے۔

میری بلا سے سن لیں۔ کیا ہے یہ سب صاف صاف بتاؤ مجھے۔ ستارہ انگلی کے اشارے سے وارن کرنے کے انداز میں بولی

وہ یار وہ بس ہم اچھے دوست ہیں۔۔۔۔۔ بس۔ وہ انگلیاں چٹختی ہوئی بولی۔ دوست بس؟ ستارہ نے سخت انداز میں دوبارہ سوال داغ دیا۔

وہ۔۔۔۔۔ ہاں مطلب اس سے بھی کچھ زیادہ۔۔۔۔۔ سعدیہ تذبذب کے عالم میں بولی۔
کیا۔۔۔۔۔ اس سے بھی زیادہ کیا سعدیہ وہ اسے کندھوں سے جھنجھوڑتی اونچی آواز میں بولی پوری کلاس میں سناٹا چھا گیا۔

کیا ادھر کیا دیکھ رہے ہو سب کام کرو اپنا۔۔۔۔۔ ستارہ پوری کلاس کو اپنی جانب مخاطب دیکھ شعلہ باز آنکھوں سے بولی۔ سبھی واپس اپنی خوش گپیوں میں مصروف ہو گئیں تھیں۔
آج وہ مجھے روکے کھڑا تھا کل وہ تمہارے کسی گھر والے کا راستہ روکے گا ثابت کیا کرنا چاہتا ہے وہ۔ کیا عزت رہ جائیگی کسی کی ایسے۔

اس نے تمہیں کیوں روکا۔ سعدیہ نے حیرانی سے سوال کیا
یہی بتانے کے لیے کہ تم دونوں ایک دوسرے کے بہت قریب ہو اور تم دونوں میں اتنی بے تکلفی ہے کہ اب ملنے ملانے کے ساتھ ساتھ کھانے تک بات جا پہنچی۔
لیکن ستارہ تم ایسے کیوں بیہو کر رہی ہو اس میں غلط کیا ہے۔ ہمارے ارادے غلط نہیں ہیں ستارہ۔
طریقہ تو غلط ہے نہ سعدیہ۔

تم اسے سے سیدھی طرح بات کیوں نہیں کرتی اگر اس کو تم میں دلچسپی ہے تو گھر بات کرے اپنے یوں ایسے ساتھ لے کر گھوم کر وہ کیا ثابت کرنا چاہتا ہے اصل مرد یہ سب نہیں کرتے سعدیہ۔

But he cares for me

مرد صرف اپنے گھر کی عورتوں کے لیے ہی اچھا ہوتا ہے انہی کے لیے سوچتا ہے۔ کوئی کئی نہیں ہے اسے۔ پچھتانے سے اچھا ہے دو ٹوک بات کر لو ابھی بھی کچھ نہیں بگڑا۔ آگے تمہاری مرضی ہے۔

میں ہیر نہیں ہوں کہ کوئی رانجھا ہو میرا جسکی بانسری کی دھن پہ میرا دل رقص کرے
نہ میں سسی ہوں کہ پنوں کے لئے صحرا میں ماری ماری پھروں
نہ میرے پاس سوہنی کا گھڑا ہے کہ تیر کہ اس پار کسی مہیوال کے پاس جا سکوں
نہ صاحبہ ہوں کہ کہ مرزا کے تیر توڑ دوں

کیونکہ نہ آج وہ رانجھا جو اپنی ہیر کے نام پہ سب واردیتا ہے۔ نہ ہی کوئی پنوں جیسی دریا پار بیٹھ کر محبت کر سکتا ہے۔ نہ کوئی مہیوال کی طرح انتظار میں تاک لگائے بیٹھ سکتا ہے اور نہ ہی کوئی مرزا کی طرح مخلص ہے۔

یہ محبتیں تو محض ایک فریب ہیں۔۔۔۔۔فریب

فریب۔۔۔۔۔وہ آہستہ سے بولی۔

جج۔۔۔۔۔ جی امی وہ فوراً ڈائری بند کرتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔

* * * * *

* * * * *

Whatsapp : 03335586927

رانیہ کو ادھر ادھر نظریں گھماتے دیکھ کر پوچھا۔۔۔۔۔ نہیں باجی کچھ نہیں۔
کھانا کھا کر دونوں بہنیں کمرے میں آگئیں تھیں۔ سعدیہ بے چینی کے عالم میں ادھر ادھر کتاب
پکڑے ٹہل رہی تھی۔ رانیہ ایک نظر اسے دیکتی اور پھر دوبارہ پکڑے سمیٹنے میں مصروف ہو جاتی۔
کیا بات ہے سعدیہ جب سے واپس آئی ہو دیکھ رہی ہوں کافی پریشان ہو کوئی بات ہے تو شئیر کر لو۔
نہیں باجی کوئی بات نہیں ہے۔

تو آرام سے بیٹھ کر پڑھو نہ ایسے کیوں پورے کمرے کے چکر لگا رہی ہوں۔
جی باجی۔۔۔۔۔

رانیہ پکڑے الماری میں رکھ کر کمرے سے باہر گئی تبھی سعدیہ لپک کر بیڈ پر آ بیٹھی اور فوراً تکیے کے
نیچے سے موبائل نکالا۔

نمبر ملا کر فون کان کو لگایا اور پریشانی کے عالم میں وہ اپنے ہونٹ چبانے لگی۔
ہیلو۔۔۔۔۔ فون ریسو ہونے پر اسنے فوراً بات شروع کی۔

حارب۔۔۔۔۔ مجھے پتا ہے آپ بہت ناراض ہیں مجھ سے پلیز ایک بار بات سن لیں
میری۔ دوسری طرف سے کوئی جواب نہ آنے پر اس نے کتاب بیڈ پر رکھی اور ماتھے پر ہاتھ پھیرتی
پریشانی کے عالم میں اٹھ کھڑی ہوئی۔

حارب پلیز کچھ بولیں ایسے ڈرائیں مت مجھے۔ چپ کیوں ہیں آپ۔ حارب میں آنا چاہتی تھی ملنے
لیکن۔

مجھے اس ٹاپک پر کوئی بات نہیں سعدیہ پلیز۔ دوسری طرف سے سخت ردِ عمل ظاہر ہوا

سعدیہ کل بات کرتے ہیں ابھی میں تھکا ہوا ہوں۔

کس بات کے لئے کس بات کا افسوس کس بات کا بچھتاوہ سعدیہ
حارب آپ ایسے کیوں کہ رہے ہیں۔ بقول آپ کے آپ محبت کرتے ہیں مجھ سے۔ وہ بے چارگی کے عالم
میں بولی۔

پتہ نہیں مجھے۔ لہجے میں اچھی خاصی بیزاری بھری ہوئی تھی۔

حارب۔۔۔۔۔ پلیز زرز۔۔۔۔۔

کیا کرے حارب اب مر جائے۔ دوسرے طرف سے دھاڑنے کی آواز آئی تھی اس نے موبائیل کو کان سے زرا دور کیا لگا تھا اسے لگا تھا کہ اسکے کان کا پردہ پھٹ جائیگا۔ وہ لائین سے ہٹ گیا تھا سعدیہ سہمی ہوئی کافی دیر تک موبائیل سکرین پر نظریں جمائے کھڑی تھی۔

* * * * *

امی ایک تو آپکی الماری کو لاک کرنے والی عادت پتہ نہیں کب جائیگی یہاں ہم تینوں کے علاوہ کون ہے جو اسے ہاتھ لگائے گا۔ رانیہ الماری کا ہینڈل گھماتے ہوئی بولی۔ ایسی بھی کیا قیمتی چیز ہے جسکو چور پڑھ جائیں گے۔

ضروری تو نہیں کہ چور چکور کی وجہ سے ہی کچھ دروازوں پر تالے لگائیں جائے۔ کبھی کبھی کچھ دروازوں کے پیچھے کچھ راز بھی بند ہوتے ہیں۔ وہ رانیہ کو چابی پکڑاتے ہوئے بولی۔ اچھا ایسا بھی کیا راز امی جو ایک ماں اپنی بیٹیوں سے چھپا کر رکھنا چاہتی ہے۔ رانیہ نے کپڑے رکھ کر الماری بند کی اور ماں کے پاس آ بیٹھی۔ وقت آنے پر سب جان لوگی۔

کیوں وقت سے پہلے کیوں نہیں امی۔ رانیہ تجسس کے مارے بولی۔ شاید میں ابھی بھی کچھ ایسے رازوں کی کھوج میں ہوں جو میں آج تک نہیں ڈھونڈ سکی۔ امی کونسے راز کہاں کے راز الماری کے تالے سے بات شروع ہو کر راز تک جا پہنچی کیا بول رہی ہیں۔ رانیہ نے ہوا میں ہاتھ لہرا کر ایک قہقہہ لگایا۔ اچھا بد معاش اب بند کرو ہسنا۔ اٹھو جاو اب اپنے کمرے میں۔ رانیہ ہونٹوں میں ہسی دباتی ماں کو گلے لگا کر کمرے سے باہر گئی تھی۔

یونیورسٹی پہنچتے ہی سعدیہ سب سے پہلے حارب کے ڈیپارٹمنٹ میں گئی۔ وہ اسے ہر جگہ ڈھونڈ کر ہلکان ہو چکی تھی اس نے رات سے فون بند کر رکھا تھا اور سعدیہ کے کسی کال اور میسج کا جواب تک نہیں دیا تھا۔

ستارہ سعدیہ کو ڈھونڈتی ہوئی گراونڈ میں پہنچی جو تھکی ہاری بچہ بیٹھی تھی بار بار کال ملا کال فون کان کو لگاتی ایسے لگ رہا تھا جیسے وہ پریشانی کے عالم میں صبح سے سو بھی نہیں پائی۔

سعدیہ صبح سے ڈھونڈ رہی ہوں کلاس کے بعد کہاں غائب ہو گئی تھی۔ اور کلاس میں بھی تمہارا دھیان نہیں تھا۔ طبیعت تو ٹھیک ہے نہ تمہاری۔ ستارہ کو اسکی حالت دیکھ کر فکر لاحق ہوئی۔

سعدیہ نے اسے رات والی ساری روداد سنائی۔ اور پریشانی سے انگلیاں چٹختے لگ گئی۔

دیکھا کہا تھا میں نے مجھے تو وہ لگتا ہی لوفر تھا آج کل کے لڑکوں کا یہی تو مسئلہ ہے چار دن چکر چلایا محبت بے راگ الاپے اور پھر کوئی بہانہ بنا کر یہ جا وہ جا۔ اور تم کیوں پریشان ہو رہی ہو جاتا ہے تو جائے۔ نہیں کر رہا بات نہ کرے دوستوں کے ساتھ کہیں بیٹھا ہٹا کٹا کھا پی رہا ہو گا اور تم خود کو ہلکان کر رہی ہو۔

ہم لڑکیوں کا شاید یہی مسئلہ ہوتا ہے ہر معمولی سے معمولی جذبے کو بھی خاص سمجھ لیتی ہیں۔ اور پھر اس پر آنکھیں بند کر کے یقین کر لیتی ہیں۔ شاید سبھی لڑکیاں ایسی ہی ہوتی ہیں ستارہ بیوقوف، انتہائی لاپرواہ میرے جیسی۔ کیسے کیسے کوئی آسانے سے آپکو اپنے لفظوں کے جال میں قید کر لیتا ہے۔ سعدیہ کی آنکھوں سے متواتر آنسو رواں تھے۔ اور۔۔۔۔۔ اور پھر یہ لڑکے کیوں ہوتے ہیں ایسے بے

کیا۔۔۔۔۔ کیا مطلب ذلیل کیے بغیر نہیں رہ سکتے۔

نہیں ایسا نہیں ہے پلیز آئی ایم سوری ایک موقع دو تمہاری سبھی شکایتیں دور کر دوں گا میں سعدیہ۔
کیوں وجہ۔۔۔۔۔ میں نے آپکی ہر چھوٹی سے چھوٹی ناراضگی برداشت کی لیکن اتنا کون کرتا ہے
آپ تو خدا بننے پر تلے تھے محبوب ہیں محبوب رہیں۔

اتنا کڑوا کون بولتا ہے سعدیہ بس ایک بار پلیز تمہیں شکایت کا موقع تک نہیں دوں گا پلیز۔۔۔ ٹھیک
ہے یہ تمہارا آخری اور پہلا موقع ہے۔ ایک بات کان کھول کر سن لو حارب اگر میں مان گئی ہوں اسکا
یہ مطلب نہیں کہ میں پاگل بن گئی ہوں یا تمہاری چکنی چڑی باتوں میں آگئی ہوں۔ بس یہ جان لو کہ
میرے جذبات سچے ہیں اور میں بس تم پہ بھروسہ کرتی ہوں اس سے آگے مجھے نہیں پتہ کچھ کہ تم
میرے بارے میں کیا سوچتے ہو اور کیا چاہتے ہو مجھ سے۔
کبھی نہیں توڑوؤں گا یقین قسم خدا کی یار۔

وہ اس کے بار بار اصرار اور زد کرنے پر آخر مان گئی تھی کیونکہ ہر بار کی طرح وہ اسے منا لیا کرتا
تھا۔

رانیہ گفٹ شاپ پر کچھ چیزیں دیکھ رہی تھی تبھی ایک جانی پہچانی آواز میں پیچھے سے گلا کھنگھارنے کی
آواز آئی
وہ ہکا بکا ہو کر پیچھے پڑی۔
کیوں جی ڈر گئیں۔

تو کچھ نہیں آپ اپنا کام کریں۔

چوتھی نہیں تیسری۔ وہ ریک سے چیزیں دیکھ کر ٹڑالی میں رکھ رہی تھی دوسری طرف ارہان بھی ایک خاص انداز میں بات کرتے ہوئے یکے بعد دیگرے چیزیں اٹھا کر دیکھتا اور واپس رکھ دیتا۔

آہاں۔۔۔۔۔ بڑا حساب رکھا ہوا ہے۔

[illegible]

وہ بنا جواب دیئے اگلے ریک کی لائن کی طرف مڑ گئی۔
کافی اچھی چوائس ہے آپکی۔۔۔۔۔ آئی لائیک اٹ۔۔۔۔۔

شکر

اس کے بعد کہاں جائیگی آپ۔

آپ سے مطلب

ہو بھی سکتا ہے وہ خاص انداز میں اس کے سامنے ہاتھ باندھتا ہوا بولا۔
اگر آپکو کوئی غلط فہمی ہے تو اس میں میرا کوئی قصور نہیں۔ رانیہ ٹرالی لے کر کاؤنٹر کی طرف گئی۔
سینس آف ہیومر کافی اچھا ہے آپکا۔ وہ اسکے پیچھے آکھڑا ہوا۔
رانیہ بنا کچھ کہیے چیزیں اور بل لے کر پارکنگ کی طرف آگئی۔
خاموش اور بھی اچھی لگتی ہیں آپ۔

آپکا مسئلہ کیا ہے کیوں میرے پیچھے پڑے ہیں آپ بھائی صاحب۔ وہ غصے سے کار کی ڈگی بند کرتی
اسکے سامنے آکھڑی ہوئی۔
وہ اسے دیکھے مسکرائے جا رہا تھا۔

ڈھیٹ کہیں کا۔ وہ پیر زمین پر مارتی گاڑی میں بیٹھی اور گاڑی سٹارٹ کر کے وہاں سے نکل گئی۔
پیچھے اسکی پائل کی چھن چھن کے رقص میں وہ کافی دیر تک آنکھیں بند کئے کھڑا رہا۔

رانیہ سکول کی ایک مس رشتے کے بارے میں بتا رہی تھی میں نے ان لوگوں کو پرسوں کا ٹائم دیا ہے
ابھی فلحال لڑکے کی ماں ہی آئے گی پھر لڑکا بھی آجائگا تو رسم کر لیں گے۔
امی۔۔۔۔۔ اتنی کیا جلدی ہے آپکو رانیہ صوفے پر ماں کے پاس آکر بیٹھ گئی۔
اوہوووووو۔۔۔۔۔ باجی۔۔۔۔۔ سعدیہ اسے کندھا مارتی ہوئی چھیڑنے لگی۔
پائے ہماری آدھی ادھوری شاعرہ پیاگھر سدھار جائیں گی۔
ششششش۔۔۔۔۔ رانیہ اسے گھورتی ہوئی بولی۔

لیکن امی مطلب اتنی جلدی۔۔۔۔۔

بیٹا جلدی کس بات کی کرتے کراتے پتا بھی نہیں چلنا کب ٹائم گزر جانا ہے۔
 باجی تو کیا آپ اپنے ہونے والے شوہر کو بھی اجی سنتے ہیں کہ کہ بلائیں گی۔

امی دیکھیں نے اسے تنگ کر رہی ہے۔ رانیہ کشن سعدیہ کی طرف اچھالتی ہوئی بولی اچھا بس بس چپ
 دونوں اب رانیہ کیا کیا لے کر آئی ہو دکھاؤ مجھے پھر سے ڈائریز کا سٹاک اٹھلائی ہوگی یہ لڑکی۔ تم ہی
 چلی جایا کرو ساتھ۔

آگے سے جایا کرونگی پکا سعدیہ موبائیل میں نظریں جمائے مسکراتی ہوئی کمرے کی طرف گئی تھی۔

کیا دیکھ رہی ہیں موبائل میں اتنا مسکرا کر۔ ام ہانی کو موبائیل میں مگن دیکھ کر ارہان نے پوچھا۔
 پکچر دیکھ رہی ہوں۔

کس کی پکچر ہے ماما ارہان لیپ ٹاپ سائڈ پر رکھتا ہوا بولا۔
 یہ میری بہو کی پکچر ہے

بہو وہ قدرے حیرانی سے موبائیل میں جھانکتا ہوا بولا۔
 ام ہانی نے موبائیل آف کر کے فوراً ہاتھ پیچھے باندھے۔

کیوں جی بہت جلدی ہے دیکھنے کی کیا۔

ارے دیکھو تو میری ماں کس کی بہو دیکھ کر خوش ہو رہی ہیں۔
 اپنی بہو اور کس کی بہو وہ بیڈ پر بیٹھتی ہوئی بولی۔

اب جلدی ہاتھ چلاو وہ لوگ آنے والے ہونگے۔

کالی ویگو گاڑی اس وقت ان کے دروازے کے باہر کھڑی تھی۔ ام ہانی ہاتھوں میں گلدستہ لیے گاڑی سے باہر آئی خوبصورت ساڑھی بالوں کو سمیٹ کر اسکا جوڑا بنایا ہوا تھا۔ آگے بڑھ کر بیل دی۔ دروازہ کھلا اور سامنے رانیہ کی ماں کھڑی تھی۔ ارہان بھی پھلوں اور مٹھائی کی ٹوکریاں ملازم کے ہمرا لیے پیچھے آکھڑا ہوا۔ دونوں کے چہرے پر ہوائیاں چھائی ہوئی تھیں رانیہ کی ماں کو ارہان کو دیکھ کر جھٹکا لگا تھا وہ لڑکھڑاتی بمشکل دروازے کے ساتھ سہارہ لے کر کھڑی تھی۔ ام ہانج کے ہاتھ سے گلدستہ گرا اور ارہان دونوں باری باری کے تاثرات دیکھ رہا تھا وہ حیران تھا اسے کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی کہ یکدم کیا ہوا۔ لاونج میں بلا کی خاموشی تھی دونوں اب ایک دوسرے سے نظریں چراتی بھاگتی ایک ہی چھت کے نیچے بیٹھی تھیں۔

تھوڑی دیر بعد سعدیہ ٹرائی میں جوس لیے کمرے میں آئی۔ یہ میری چھوٹی بیٹی ہے سعدیہ ایم بی اے کر رہی ہے۔ ام ہانی سے سرسری سا مسکرا کر دیکھا اور وہ سرو کر کے اٹے قدم واپس چلی گئی۔ موبائیل فون کی رنگ نے دوبارہ کمرے کی خاموشی کو توڑا اور ارہان فون سننے کے لیے اٹھ کر لاونج سے بارگیٹ کی طرف گیا تھا۔

تمہاری بیٹی تو فائزہ بہت پیاری ہے ماشا اللہ۔ رانیہ کی ماں نے نظریں اٹھا کر دیکھا۔ ام ہانی سپاٹ نظروں سے اسکی طرف دیکھ رہی تھی۔

حیران مت ہو جیسے تم نے مجھے پہچان لیا میں نے ویسے نہیں پہچانا۔ میں نے تو تمہاری آنکھ کے اس نشان سے پہچانا ہے تمہیں۔

فائزہ نے فوراً اپنا چشمہ درست کیا۔

کس کس سے چھپاؤ گی۔

میں ماضی بھول چکی ہوں مجھے اب اپنے ماضی سے کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں رکھنا۔ اور اگر مجھے پتہ ہوتا کہ میں یہاں آنے والی ہوں تو قسم خدا کی کبھی نہ آتی۔

بھابھی ایسے مت کہیں میں نے اتنا انتظار کیا اتنی دعائیں کی صرف اس دن کے لئے کہ آپ مجھے کہیں کسی موڑ پر مل جائیں اور میں اپنے دل کا بوجھ ہلکا کر لوں آپ سے۔ اور میں ہرگز نہیں جانتی تھی کہ میری رانیہ کو دیکھنے آپ آرہی ہیں۔

کونسا بوجھ فائزہ میں نے کیسا بوجھ ڈال دیا تم لوگوں پر میں نے اپنا بوجھ خود اٹھایا تھا یہاں تک کہ اس گھر سے بھی بہت دور چلی گئی تھی صرف اس لئے کہ اس گھر پر بوجھ نہ بن سکوں۔ اور پھر اتنے سال بعد آج پھر قصوروار بنا دیا مجھے۔ رہی بات رشتے کی تو میں کبھی نہیں چاہوں گی کہ میرا بیٹا یا میں پھر سے وقت کی اسی چکی میں پستے رہیں جس کی ہوا تک بھی نہیں لگنے دی میں نے اپنے بیٹے کو۔ ام ہانی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

آپ جو کہیں گی جیسے کہیں گی ویسے ہوگا بھابھی لیکن ایک بار مجھے اپنے بھتیجے کو دیکھ لینے دیں ہمارے بھائی کو خون بس ایک بار۔ فائزہ بھی التجائیہ انداز میں بولتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

تبھی رانیہ چائے کے کر اندر آئی۔ فائزہ نے فوراً انکھیں صاف کیں اور صوفے پر بیٹھ گئی ام ہانی بھی ساڑھی کا پلو گھماتی فائزہ کے ساتھ بیٹھ گئی۔ رانیہ کے پیچھے پیچھے ارہان بھی فون بند کرتا لاونج میں آبیٹھا۔ ارہان کو یکھ کر رانیہ کو سر چکرا گیا۔

Whatsapp : 03335586927

* * * * *

Welcome in to prime urdu novels & publications.

پرائم اردو ناولز میں خوش آمدید۔

پرائم اردو ناولز میں بحیثیت لکھاری شمولیت اختیار کریں اور اپنی تحریروں، ناولز، افسانوں کا پی ڈی ایف لنک حاصل کریں۔ اور دنیا بھر میں ہماری ویب سائٹ کے لاکھوں قارئین تک اپنی تحریر ایک کلک میں پہنچائیں۔

اگر آپ اپنی تحریروں کو کتابی شکل میں محفوظ کرنا چاہتے ہیں تو ہم آپ کو خصوصی ڈسکاؤنٹ پر آپ کی مرضی کی تعداد میں کتابیں بنا کر دیں گے۔

ہمارے گروپ میں اپنی تحریر اپنے پیج لنک کے ساتھ پوسٹ کریں اور اپنے پیج کی پروموشن کے لئے اس سنہرے موقع سے فائدہ اٹھائیں۔

اپنے پیج پر ہماری ویب سائٹ کا پی ڈی ایف لنک شیئر کرک اپنے ریڈرز کو پی ڈی ایف سے آف لائن ناولز پڑھنے کی سہولت فراہم کریں۔

اپنے ناولز کو ویب سائٹ کے ساتھ دیگر سٹریمنگ پلیٹ فارمز جیسے یو ٹیوب پر بھی پڑھنے کی سہولت فراہم کریں اپنے ریڈرز کو۔

اپنی تحریروں کے لئے دیدہ زیب اور دلکش ٹائٹل اور پروموشنل پوسٹ بنوانے کے لئے ہمارے گرافک ڈیزائنر کی خدمات مفت حاصل کریں۔

اگر آپ کو اپنی تحریروں کو لکھنے میں راہنمائی کی ضرورت ہو تو ہماری ٹیم میں موجود سینئر لکھاری آپ کو مکمل راہنمائی فراہم کریں گے۔

تو پھر دیر کس بات کی، ابھی ہمارے گروپ کو جوائن کریں اور اپنی تحریر پوسٹ کریں اور ہماری ٹیم کا حصہ بن جائیں۔ کیوں کہ ہم اپنے سب لکھاریوں کو ساتھ لے کر چلنا چاہتے ہیں۔ مزید معلومات کے لئے ہمیں میسنجر پر انبکس کریں یا واٹس ایپ پر رابطہ کریں۔

Whatsapp : **03335586927**

Prime Urdu Novels Group Link

<https://www.facebook.com/groups/517883045059344/>

[illegible]

ایک جھٹکے سے ام ہانی کی آنکھ کھلی وہ ایک سرد آہ بھرتی اٹھ کر بیڈ پر آ بیٹھی۔ کھڑکی میں سے اس وقت آسمان پر تاروں کے وسط میں چمکتا چاند رات کی گہرائی کا ثبوت پیش کر رہا تھا۔

* * * * *

کبھی کبھی وقت اور حالات ہمارے تابع نہیں ہوتے اور کچھ چیزوں پر تو واقعی ہمارا اختیار نہیں ہوتا احساسات، جذبات، خوشی، غم، مسرت، امید، انتظار، اقرار یہ سب ایسی چیزیں ہیں جن پر ہمارا انسانوں کا بس نہیں چلتا۔ پھر حالات جیسے بھی چلاتے ہیں ہم ویسے چلتے جاتے ہیں۔ کچھ چیزوں کے ہونے یا نہ ہونے سے ہمیں فرق نہیں پڑتا کیونکہ ہمارے اندر کی ویرانی نے ہمیں گھیر لیا ہوتا ہے۔ آنکھوں میں

وہ سرگوشی کرتا ہوا پاس سے گزرتے ہوئے بولا۔ اور رانیہ کی نظروں نے ٹھہر کر دور تک اسکا تعاقب کیا تھا

کیا بات ہے امی صبح کس کا فون تھا بہت خوش نظر آرہی ہیں آپ رانیہ گلداں میں پھول سیٹ کرتی ہوئی بولی۔

خوش کیسے نہ ہوں بھی وہ آئے تھے نہ اس دن رشتہ کے لیے تو انھی کا فون تھا سنڈے کو بلایا ہے سب کی دعوت ہے۔

کیا۔۔۔۔۔ رانیہ اچھا خاصہ حیران ہوئی۔

اوہووووو باجیسی۔۔۔۔۔ بلے۔۔۔۔۔ سعدیہ سن کر جھومتی ہوئی رانیہ کو پکڑ کر خاص انداز میں گھمانے لگ گئی۔

گر جاوگی میں سعدیہ چھوڑو کیا کر رہی ہو وہ دونوں فائزہ کے ارد گرد صوفے پر آ بیٹھیں۔ اتنی خوشی کی بات ہے پھر میری رانی بیٹی کی آنکھوں میں آنسو کیوں؟ فائزہ رانیہ کا چہرہ پیار سے ہاتھوں میں کیتی ہوئی بولی۔

پتہ نہیں بس آپ سب کو چھوڑ کر جانے کو دل نہیں کرتا۔

جانا تو ہوتا ہے بیٹیاں تو ہوتی ہی پرایا دھن ہیں ایک نہ ایک دن بیاہ دی جاتی ہیں۔ یہی دستور چلتا آرہا ہے ازل سے۔

اور پھر ایک دستور تو آپ بھول ہی گئی باجی۔

کونسا دستور۔

یہی کہ بڑی بہن کے کمرہ پر اس کے جانے کے بعد چھوٹی بہن کا راج ہوتا ہے۔ سعدیہ اسے چڑاتی ہوئی بھاگی۔

تم رکوزرا بتاتی ہوں تمہیں فائزہ بھی اس کے پیچھے بھاگتی ہوئی کمرے کی طرف گئی تھی۔ فائزہ خوشی سے دونوں بیٹیوں کو دیکھ رہی تھی کہ ایک دم کسی انجانی سوچ کے تحت ٹھہر سی گئی۔ ایسا کیا ہو گیا جو بھابھی نے ایک دم ہاں کر دی رشتے کے لیے کہیں انھوں نے اپنے بیٹے کو وہ سچ۔۔۔۔۔ نہیں نہیں۔۔۔۔۔ اور اگر میری بیٹی سے کسی قسم کا بدلہ لینے کا ارادہ تو نہیں انکا۔۔۔۔۔ فائزہ یہ کیا سوچ رہی ہو اچھا سوچو بس اور اگر یہی تمہاری بیٹی کا نصیب ہے تو بس دعا کرو اس کے لیے۔ اور پھر جانا تو ہے ہی سب خدشات ملکر دور کر لوں گی۔

آپکو پتہ ہے حارب باجی کا رشتہ طے ہو گیا ہے سنڈے کو ہم جائینگے ان کے گھر۔ آہاں واہ مبارک ہو بہت بہت۔

خیر مبارک

وہ دونوں اس وقت پارک میں موجود تھے۔

تو حارب آپ کب بات کریں گے پھر وہ اسکی طرف مڑتی ہوئی بولی کونسی بات۔

ظاہر ہے کوئی بات حارب میرے اور آپ کے رشتے کی بات آپ کریں گے اپنے گھر تبھی تو میں اپنے گھر کر پاؤں گی نہ بات۔

اوو اچھا کر لینگے اتنی بھی کیا جلدی ہے وہ لا پرواہی سے بولا۔

کیا مطلب حارب آپ نے مجھ سے کبھی اس ٹاپک سے متعلق بات ہی نہیں کی کیا آپکو کوئی دلچسپی نہیں ہے میں پرکٹیکل لائف کو لے کر کیا سوچتی ہو کیسی ہونی چاہیے کیا آئیڈیلایز کرتی ہوں۔ کیوں حارب آپکو کوئی انٹرسٹ نہیں ہے کیا۔

ریلیکس میری جان سانس لے لو کیا ہو گیا ہے کر لینگے نہ بات ابھی کچھ دیر ہمیں ہمارے محبوب کا دیدار تو کر لینے دو۔

پلیز ہر وقت یہی باتیں بس وہ خاصے غصے میں تھی۔

اچھا نہ آو آس کریم کھاتے ہیں پھر آرام سے سب سنونگا اور پوچھونگا بھی پہلے موڈ صحیح کرو۔ وہ اسے مطمئن کرتا کھڑا ہوا تھا۔

ٹھیک ہی ہے موڈ سعدیہ بیگ اٹھاتی ہوئی اسکے ساتھ چل دی

اتنی اچھی خبر تم مجھے اب دے رہی ہو۔ ستارہ نے سعدیہ کو کہنی ماری۔

آہ ہہہہہہ۔۔۔۔۔ ایک تو تم ہر بات پر مارنے کو دوڑتی ہو۔ وہ اپنی کہنی سہلاتے ہوئے بولی۔ وہ دونوں کیفے سے ڈیپارٹمنٹ کی طرف جا رہی تھیں۔

ہاں تو کیا کروں اتنی اچھی بات تم مجھے اب بتا رہی ہو اچھا چھوڑو یہ بتاؤ منگنی کب ہے۔

سڈے کو جائینگے یا امی کہ رہی ہیں بات پکی کر کے سیدھا نکاح کریں گے پھر جب وہ کہیں گے تب رخصتی کر دیں گے۔

چلو اچھی بات ہے اور بتاؤ صلح ہوئی تمہاری اپنے مجنوں سے۔ وہ دونوں اب لابی میں آچکی تھیں۔
ہاں یاں ہو گئی ادھر بیٹھو تم سے ایک بات کرنی ہے۔

کیا بات۔ ستارہ نے بیگ سے نوٹس نکالتی ہوئی بولی۔

سعدیہ کی روداد سن کر ستارہ کے چہرے کے نقش بدلنے لگے تھے۔ اس نے شدید غصے میں نوٹس بیگ پر پٹختے۔ کیا مطلب سعدیہ اس نے کہا اور تم نے یقین کر لیا کیا بات ہے۔

تو یاں اس میں غلطی ہی کیا ہے ہم کریں گے نہ بات اور ایک بار اس نے consider کہا تھا مجھے کہ جب کبھی بات ہوئی تو مجھے ضرور کریگا۔

یہ کیا بات ہوئی سعدیہ تم اسے صاف صاف کہو کہ تمہیں اسکی چوائس بننا ہے آپشن نہیں۔ اور پھر بقول اسکے وہ محبت کرتا ہے تم سے۔ یہ تو ٹائم پاس ہوا نہ پھر۔ محبت آپشن نہیں ہوتی چوائس ہوتی ہے اس میں ہاں یا نہ ہوتا ہے اگر مگر کی تو گنجائش ہی نہیں ہوتی۔
سعدیہ اسکی بات سن کر گہری سوچ میں پڑی تھی۔

میں تمہاری دوست ہوں سعدیہ اس سے بھی بڑھ کر بہن میں نہیں چاہتی کہ تمہارے ساتھ کچھ برا ہو میں جانتی ہوں تم بہت شفاف دل کی مالک ہو اور میں تمہارے ساتھ کچھ غلط ہوتا نہیں دیکھ سکتی۔ وہ سعدیہ کے ہاتھ پیار سے تھامتی ہوئی بولی۔

Whatsapp : 03335586927

اب جب آپکو پتہ چل ہی گیا ہے کہ وہ ہو گیا ہے جو میں چاہتا ہوں تو کیوں نہ اب آپکو بھی غصہ
چھوڑ دینا چاہیے۔ کیوں مائی چلی ساس
ایک تو آپ مجھے یہ کہنا بند کریں۔
کیوں۔۔۔۔۔

بس نہیں کہیں گے آپ۔
میری مرضی میں کچھ بھی کہوں آپ مجھے روک نہیں سکتیں اور نہ ہی میں رکنے والا ہوں
اففففف۔۔۔۔۔ سعدیہ نے دوبارہ کتاب اٹھائی اور نظریں جھکا لیں۔
ایک بات پوچھوں
کیا۔۔۔۔۔ وہ کتاب پر نظریں جمائے ہوئے بولی
آپکو اچھا لگتا ہے خود کو ایسے کتابوں میں کھوئے رکھنا۔
جی۔۔۔۔۔ جواب مختصر تھا۔
مجھے بھی اچھا لگتا ہے خود کو کسی میں مگن رکھنا۔ وہ ذومعانی انداز میں بولا
اس نے نظریں اٹھا کر دیکھا تھا۔
خواب دیکھتیں ہیں آپ۔
نہیں۔۔۔۔۔

کیوں ارحان نے قدرے حیرانی سے پوچھا
ٹوٹ جاتے ہیں۔۔۔۔۔ رانیہ کا جواب مختصر تھا۔

اب سے دیکھا کریں۔

رانیہ کی نظریں اب کتاب کی بجائے اسکے چہرے کا طواف کر رہی تھیں۔
جی ہاں دیکھا کریں۔ آپ بس خواب دیکھیں پورا کرنا میرا کام ہے۔
کیا آپ سب کو ایسے ہی خواب دیکھاتے ہیں۔

وہ اسکی بات سن کر مسکرایا کافی دیر خاموش رہنے کے بعد وہ بولا

ہم سفر چاہیے ہجوم نہیں
ایک مسافر ہی قافلہ ہے مجھے

-----ohhh shit i have a very important meeting i should go now

وہ گھڑی پر نظر دوڑاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ مگر یہ مت سمجھئے

کہ اس سے ضروری میرے لئے کچھ ہو سکتا ہے۔ یہ سب سے ضروری ہے۔ وہ اسکی طرف آنکھوں سے
اشارہ کرتا ہوا بولا۔ ہر بار کی طرح وہ اب بھی اسے لاجواب کر گیا تھا۔

میڈم آپ سے ملنے کوئی آیا ہے۔

اندر بھیج دیں۔ فائزہ اس وقت آفس میں بیٹھی تھی جب گیٹ کیپر نے اسے کسی کے آنے کی اطلاع
دی تھی۔

آپ۔۔۔۔۔ آفس میں آنے والی خاتون کو دیکھ کر وہ قدرے حیران ہوئی۔
 جی میں وہ چلتی ہوئی اسکے سامنے آ بیٹھی۔ اتنی حیران کیوں ہو رہی ہو۔
 نہیں مجھے تو خوشی ہوئی بھابھی آپکو دیکھ کر آپ بتا دیتیں میں گھر میں مل لیتی آپ سے یا خود آجاتی
 میں۔ فائزہ نے پین بند کر کے سائیڈ پر رکھا تھا۔
 نہیں اگر اطلاع دے کر آتی تو آج تمہیں ایسے اس روپ میں کیسے دیکھتی۔ وہ مسکراتے ہوئے بولی۔
 یہ تو ہے۔ پھر کیا لینگے آپ چائے کافی یا کولڈ ڈرنک۔
 نہیں کچھ نہیں تم کام ختم کر لو گھر جا کر تمہارے ہاتھ کی چائے پیونگی ساتھ باتیں بھی ہو جائیں گی۔
 کام تو تقریباً ہو گیا ہے آئیں گھر ہی چلتے ہیں۔
 لیکن ایک شرط پر ام ہانی ہاتھ باندھ کر اسکے سامنے آتے ہوئے بولی۔
 کیسی شرط بھابھی۔ فائزہ لاعلمی سے اسکی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔
 پہلے اپنا سکول تو دکھا دو
 ہا ہا ہا اچھا اچھا آئیں دونوں قہقہہ لگاتی ہوئی ایک دوسرے کے آگے پیچھے آفس سے باہر نکلی تھیں۔

تم بھی حیران ہو رہی ہو گی فائزہ کہ میں سب رنجشیں بھلا کر تمہارے پاس کیسے چلی آئی۔ تمہارا حیران
 ہونا بنتا بھی ہے میں نے بہت سوچا پھر آخر اس نتیجے پر پہنچی کہ ہم اپنی غلطیوں کی سزا اپنے بچوں کو
 کیوں دیں انکا تو کوئی قصور نہیں ہے وہ تو تب اس دنیا میں بھی نہیں تھے کہ ہم ان سب کا انکو قصور

لیکن اس رات-----

کچھ نہیں ہوا تھا اس رات فائزہ اس رات صرف تم نے محبت کا امتحان دیا تھا جس میں محبت کی جیت ہوئے اور رشتے ہار گئے۔ فائزہ نے ایک لمبا سانس لیا تھا جیسے کی برسوں کا بوجھ اسکے دل سے اترا ہو۔ چائے ٹھنڈی ہو رہی ہے بھابھی پی لیں۔

تمہیں پتہ ہے فائزہ نہ جانے ارہم کے گھر آنے کے انتظار میں میری کتنی ہی چائے میز پر پڑی پڑی ٹھنڈی ہو گئیں۔

چائے اور محبت کا رشتہ ہی ایسا ہے دونوں میں چاہ نہ رہے تو دونوں ہی بد مزہ لگتی ہیں۔

سعدیہ اور ستارہ کالج سے نکل کر رکشے کے انتظار میں کھڑی تھیں اچانک ایک گاڑی نے آکر انکے پاس زوردار بریک لگائی تھی۔

چلو میں گھر ڈراپ کر دوں گاڑی میں بیٹھا خوب رو نوجوان ستارہ سے مخاطب تھا۔

اووو ہیولو مسٹر کیا مطلب گھر چھوڑ دوں ہیں۔ سعدیہ نے ایک جھٹکے سے ستارہ کو پیچھے کھینچا تھا۔ لڑکیاں دیکھیں نہیں اور آگے بڑے گھر چھوڑ دوں۔ اپنی اس بڑی سی گاڑی کی دھونس نہ کہیں اور دکھانا ہم ایسی ویسی لڑکیاں نہیں ہیں۔ وہ ہوا میں ہاتھ لہراتے ہوئے بولی۔

اس سے پہلے کہ کوئی کچھ بولتا سعدیہ کی نہ ختم ہونے والی تقریر شروع ہو چکی تھی۔ ستارہ اسکا ہاتھ کھینچ کر اسے چپ کر رہی تھی لیکن وہ تھی کہ سننے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔

اففففف۔۔۔۔۔ نہیں بلاتی خوش۔۔۔۔۔ ایک تو اس لڑکی کو لڑنے کے سوا کوئی کام ہی نہیں ہے۔ اچھا
موڈ تو ٹھیک کرو بتاؤ تو ہوا کیا ہے۔

سعدیہ نے ایک ہی سانس میں ساری روداد سنائی تھی۔ رانیہ اسکی بات پر زور سے قہقہہ لگا کر ہنس
دی۔ پاگل۔۔۔۔۔

باجی ایک بات تو بتائیں۔

ہاں پوچھو۔۔۔۔۔ رانیہ اطمینان سے گاڑی چلاتے ہوئے بولی
میرا نام جب زیب النساء ہے تو سب سعدیہ کیوں کہتے ہیں۔
میرا نام اگر رانیہ ہے تو مجھے سب رانی کیوں کہتے ہیں جواب میں اس نے سوال داغ دیا۔
پیار سے۔۔۔۔۔

تو بس پھر۔۔۔۔۔

لیکن باجی کوئی تو وجہ ہوگی نہ جو۔۔۔۔۔

وجہ بعد میں پوچھنا پہلے بتاؤ بھوک لگی ہے۔

ہاں نہ بہت وہ پیٹ سہلاتے ہوئے بولی۔

اچھا چلو آج تمہاری فیورٹ جگہ جاتے ہیں۔ رانیہ نے تیزی سے اوور ٹیک کر کے یوٹرن لیا تھا۔ اور
سعدیہ اسکی اس حرکت پر قدرے حیران ہوئی تھی

ہیلوووو۔۔۔۔۔ آپکا ملایا ہوا نمبر اس وقت سکون کی نیند سو رہا ہے برائے مہربانی کچھ گھنٹوں بعد رابطہ کریں شکریہ۔ فون بند کر کے اس نے کروٹ بدلی ہی تھی کہ اس کے سر پر کسی نے زور سے کوئی چیز دے ماری تھی۔ اور وہ فواً سر سہلاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

کینے میں یہاں تجھ سے ملنے آیا ہوں اور تو سکون کی نیند سونا چاہتا ہے۔

اویئے تووووو۔۔۔۔۔ تو کب آیا اور یہ سر پہ کھڑے ہو کر فون کون سالا کرتا ہے۔ ارحان نے اس کے پیٹ پر مکا داغا تھا۔

میں کرتا ہوں اور کون کرتا ہے۔ ابے سالے کوئی شرم ہے تجھے کل سے آیا ہوں مجال ہے جو رابطہ کیا ہو تو نے۔ مان لیا تو بسنس مین ہے ہمارا بھی خیال کیا کر۔

کیا خیال کریں ہم آئی جی صاحب کا تم لوگ تو پولیس والے بھاگتے رہتے ہو چورو ڈاکوؤں کے پیچھے۔ بھاگنے والے بھاگتے ہونگے لیکن منیب سکندر صرف بھگانا جانتا ہے۔ اس نے صوفے پر بیٹھ کر ایک ادا سے سگریٹ سلگھائی اور گہرا کش لگایا تھا۔

سگریٹ کی عادت نہیں گئی تمہاری۔ ارحان پاس بیڈ پر بیٹھتا ہوا بولا۔

پرانی ہے جاتے جاتے جائیگی تو بتا سنا ہے جناب شادی کر رہے ہیں اور وہ بھی خود کی پسند کی۔ تو مام نے بتا دیا تجھے۔

ظاہر ہے تیری آدھے سے زیادہ خبریں تو وہاں سے ملتی ہیں۔ اب بتائے گا کہ کون ہیں ہماری ہونے والی بھابھی یا خود ملنا پڑیگا۔

ملو! دونگا ابھی صبر کر تھوڑا۔ پہلے خود کی بات تو بن جائے

تجھ پہ جب چلیگا نہ یہ وار تو تجھے بھی پتہ نہیں لگنے والا کچھ کہ یہ چیز کیا ہوتی ہے۔
ہاں بھی ظاہر ہے جب ہوگی تبھی سمجھ میں آئیگا نہ کہ یہ اپنے آپ میں کیا معنی رکھتی ہے۔
تو بس اتنا جان لے کہ یہ من پسند شخص کے ہاتھوں ذلیل کرانے کا ہنر رکھتی ہے۔ ارحان کے
ہونٹوں پر ایک خوشگورا مسکراہٹ دوڑی تھی۔

امی اتنا کچھ ہو گیا آپ نے ہمیں بتایا کیوں نہیں کبھی کہ ہماری ممانی بھی ہیں۔ سعدیہ ہانیہ ایک دوسری کی طرف دیکھتی ہوئی بولیں۔

ہاں امی اور اس دن جب انکی امی اور وہ آئے تھے تب بھی آپ دونوں نے کچھ ایسا ظاہر ہی نہیں ہونے دیا۔ رانیہ پاس بیٹھتی ہوئی بولی

ہم خود ہی نہیں چاہتے تھے کہ جب تک سب ٹھیک نہ ہو جائے تب تک بچوں کو کچھ نہ بتائیں کیوں کہ اکثر ہی رشتے انا کی بھینٹ چڑھ جاتے ہیں۔ اور پھر دونوں نے اتنا کچھ برداشت کیا تھا کہ ہمت ہی نہیں ہوئی کبھی ایک دوسرے کے سامنے آنے کی اور پھر حالات نے آخر ہمیں ایک دوسرے کے سامنے لا کھڑا کر ہی دیا۔

مطلب امی ہانی آنٹی میری ممانی ہونیں اور ارحان بھائی کی ماما ہماری پھوپھو ہونیں پھر تو ہینہ سعدیہ کمر پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی۔

ہاں بالکل

✱ ✱ ✱ ✱ ✱ ✱

Whatsapp : 03335586927

کک۔۔۔۔۔ کچھ نہیں باجی بس ستارہ سے سلیبس ڈسکس کر رہی تھی۔

کوئی پریشانی ہے تو بتاؤ۔

نہیں کوئی پریشانی نہیں۔

وہ بار بار موبائل پر تیزی سے کچھ ٹائپ کر رہی تھی۔ کافی دیر کی کوشش کے بعد جب اسکا ضبط

جواب دے گیا تو اس نے فون بیڈ پر پٹھا اور آکر صوفے پر رانیہ کے پاس بیٹھ گئی۔

بجو ایک بات تو بتائیں۔ کیا آپکی ذات سے وابستہ کوئی بھی انسان اتنا مصروف ہو سکتا ہے کہ وہ آپکو زرا

بھی وقت ہی نہ دے سکے یا آپ سے کوتاہی برتے۔

رانیہ نے کتاب بند کر کے سائیڈ پر رکھی۔ ایک لمبی خاموشی کے بعد اس نے گہرا سانس لیا۔ پہلے فیصلہ

تو کر لو کہ تمہاری ذات سے وابستہ انسان تمہاری زندگی میں کیا معافی رکھتا ہے اور وہ تمہارے لیے اور

تم اس کے لیے کتنے ضروری ہو۔

اور من پسند شخص اسکا کیا وہ بھی کوتاہی کر سکتا ہے۔ سعدیہ بے چارگی سے رانیہ کو دیکھتی ہوئی بولی۔

سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ وہ آپکی ذات سے غافل ہو جائے۔ اسکا آپکی ذات سے منسوب ہونا یا بے

رنی دکھانا ان سب کا عکس آپ میں صاف جھلک رہا ہوتا ہے۔ یوں سمجھ لو کہ اسکا ہر احساس تمہاری

ذات پر اور روح پر غذا کی طرح اثر انداز ہوتا ہے۔ وہ جتنی چاہت محبت اور عزت تم پر نچھاور کریگا تم

اتنا ہی سنورتے اور نکھرتے چلے جاو گے۔ اب بتاؤ کیا ہے جو تمہیں تنگ کر رہا ہے کونسی بات تمہیں

اندر ہی اندر کھائے جا رہی ہے۔

کک۔۔۔۔۔ کچھ بھی تو نہیں باجی ویسی ہی دماغ میں آیا تھا تو پوچھ لیا۔

یہ جھوٹا سچ کسی اور سے بولنا شاید کوئی یقین کر ہی لے۔ رانیہ ٹھوس لہجے میں بولی۔ اوہو باجی ایک تو آپ ہر بات پر سنجیدہ ہو جاتی ہیں ویسے ہی پوچھا تھا۔ کسی کو کتابوں سے فرست ملے تو وہ کل کی تیاری بھی کر لے کچھ خاص لوگ کل کسی کے گھر چارچاند لگانے والے ہیں۔ سعدیہ رانیہ کے گلے میں بازو ڈالے کھڑی تھی۔

اچھا جی۔۔۔۔۔ ایسا کچھ بھی نہیں ہونے والا
اچھا جی دیکھتے ہیں کیا کی ہونے والا ہے اور کیا نہیں

یہ کیا بچپنا تھا ارحان تمہیں زندگی کی تلخیاں ابھی تک سمجھ نہیں آئیں۔ منیب نے لائٹر نکال کر سگریٹ سلگھایا۔

اور تمہارا کیا پچھلے دو گھنٹوں میں یہ تمہارا پانچواں سگریٹ ہے تم کیوں نہیں سمجھتے یا تم ان تلخیوں کو اسکے دھوئیں میں اڑا دیتے ہو۔

یہی سمجھ لو۔ وہ بھنویں اچکاتے ہوئے بولا۔ تمہیں یاد ہے ہم شطرنج بہت کھیلا کرتے تھے۔ اس کھیل کا اصول پتہ ہے تمہیں۔ ہر کھلاڑی اپنی چال چلتا ہے اور اس کے بعد دوسرا کھلاڑی اپنی چال۔ کھلاڑی چال چلنے کے بعد اپنے مخالف کھلاڑی کے وقت کو چلا دیتا ہے۔ اور وہ پوری طرح اپنے کھلاڑی کو الجھا کے رکھ دیتا ہے۔ اور جسکو اس کھیل پر عبور نہ ہو وہ کبھی کھیل ہی نہیں سکتا۔
یہ تم مجھے کیوں بتا رہے ہو۔

کیوں کہ زندگی بھی شطرنج کی بساط پر پڑے انہی مہروں کی مانند ہے۔ وہ دونوں اب گاڑی سے باہر آئے تھے رات کے وقت سی سائیڈ پر سمندر کے تیز لہروں کا شور اور تیز ہوا ماحول میں سرور بکھیر رہی تھی۔ منیب نے سگریٹ پھینک کر کچلا اور پانی کی طرف آگے بڑھنے لگا ارحان بھی لاعلمی میں اسکے پیچھے چل دیا۔ دونوں اب ریت پر بیٹھ گئے پانی کی لہریں دونوں کے پاؤں کو چھو کر واپس جا رہی تھیں۔ ہر چیز میں زندگی کا راز چھپا ہوا ہے پھر بھی تمہیں سمجھ نہیں آتا۔ کہانیاں قصے کبھی بھی پورے نہیں ہوتے پورے ہو کر بھی ادھورے ہوتے ہیں۔ زندگی میں ہر موڑ پر نئی کہانی نیا راز ہوتا ہے تو کیا ہم اس پر بچوں کی طرح ری ایکٹ کریں یا اسکو سمجھداری سے سلجھائیں۔ سمجھ رہے ہو نہ میری بات۔ ارحان جو کہ ریت میں اپنے ہاتھ پھر رہا تھا اس نے منیب کو دیکھ کر اثبات میں سر ہلایا۔ اٹھ اب صبح بھا بھی آرہی ہیں ایسی حالت میں رہنے کا ارادہ ہے کیا۔ وہ اسکے کندھے ہر تھکی دیتا ہوا کھڑا ہوا۔ ارحان بھی ہاتھ جھاڑتا ہوا اٹھا اور دونوں گاڑی کی طرف گئے تھے۔ چاند کی چاندنی میں چمکتا زور و شور سے بہتا سمندر انکے پیچھے کئی لہریں پھینکتا چلا جا رہا تھا۔

رانیہ مہرون کرتا اور پلازو کے ساتھ کنٹراسٹ بلیک دوپٹہ سر پہ سجائے ہوئے تھی۔ گاڑی سے نکلتے ہوئے ہی وہ ارحان کی نظروں کے حصار میں تھی۔ وہ مسکرا کر اسے دیکھ رہا تھا وہ سعدیہ اور فائزہ سے کوئی بات کرتی ہوئے گیٹ سے اندر داخل ہو رہی تھی۔ کہ اسکی نظریں ایک بار پھر سے تھم گئیں۔ بلیک شلوار قمیص میں بالوں کو سیٹ کئے ہوئے وہ اس وقت واقع ہی رانیہ کو امپریس کر گیا تھا۔ اسے تو وہ اس دن ٹریک سوٹ میں بھی بہت بھلا لگا تھا لیکن اس پر تو سب جچتا ہے جیسے وہ نہیں

بلکہ دنیا کی ہر چیز اس کے لیے بنی ہو۔ اسکی نظریں اچانک اسکے بازو پر پڑیں بازو فالڈ کر کے کلائی پر گھڑی سجائی ہوئی تھی۔

ایک کلائی سے عشق ہے مجھے
اس پر بندھی گھڑی کے صدقے

جس نے بھی کہا ہو گا قسم خدا کی سچ کہا ہو گا رانیہ کے ذہن میں اچانک کچھ الفاظ گونجے تھے۔ وہ ہاتھ پیچھے باندھے جھک کر اسکے سامنے کھڑا تھا۔ آنے والا سلام کرتا ہے یا جو پہلے سے موجود ہو گھر میں وہ؟؟

وہ ایک دم ٹھٹھکی تھی۔ جج جی اسلام علیکم
وعلیکم اسلام۔۔۔۔۔ اس نے مسکرا کر اسے دیکھا۔

رانیہ آگے بڑھ کر ام ہانی سے ملی۔ ویسے یہ کلر آپکو شادی کے بعد میرا مطلب دوسرے تیسرے دن پہننا چاہیے تھا نہیں؟

کیا مطلب؟؟ اس نے گھورنے کے انداز میں اسے دیکھا تھا۔

مطلب کہ اچھی لگ رہی ہیں آپ لیکن کوئی بات نہیں تب کچھ اور دیکھ لیں گے۔

ارحان بھائی ہم بھی ہیں ادھر۔ سعدیہ نے رانیہ کو آنکھ ماری تھی اس نے سعدیہ کو بھی اچھا خاصہ گھورا تھا۔

جی جی اپنی بہن کو کیسے بھول سکتا ہوں بھلا۔ اور اپنی پھوپھو کو وہ آگے بڑھ کر فائزہ کے گلے لگا۔ فائزہ کی آنکھوں میں خوشی سے آنسو آئے تھے۔ اب کیا سب باتیں یہیں ہوگی اندو چلو بھی سب ارحان پھوپھو کو سب کو لے کر چلو اندر۔

کس کو پتہ تھا کہ ہمارے اپنے بچے ہی ہمارے ملنے کا سبب بنیں گے۔ فائزہ نے پیار سے ارحان کی طرف دیکھا تھا۔ وہ سب اس وقت لاونچ میں بیٹھے ہوئے تھے۔

پتہ بھی نہیں چلتا کب بڑے بچوں کی طرح زدی بن جاتے ہیں اور بچے سیانے بن جاتے ہیں۔ ام ہانی فائزہ کا ہاتھ پیار سے ہاتھ میں لیتے ہوئے بولی۔ لیکن وہ الگ بات ہے کہ وقت بھولنے نہیں دیتا انسان جتنا بھی چاہ لے۔ لیکن ان سب کے باوجود بھی دل میں فتور نہ آنے دینا ہی سمجھداری ہے۔

ممائی ہم گھر دیکھ لیتے ہیں تب تک آپ اور ماما اپنی باتیں کر لیں۔
ہاں ہاں دیکھو اپنا ہی گھر ہے تم لوگوں کا۔

ارحان بھی آپ بھی چلیں نہ ہمارے ساتھ۔ اٹھیں آپ
تم دیکھ لو میں بعد میں ماما کے ساتھ دیکھ لوں گی۔

نہیں آپی پلیز۔

آجائیں وہ اصرار کر رہی ہے۔ ارحان نے سر کے اشارے سے کہا

وہ تینوں گراونڈ فلور دیکھ کر اب سیڑھیوں کی طرف گئے تھے۔ سعدیہ کا موبائیل اچانک بجا وہ فوراً کال سننے کے لئے سیڑھیوں کے پاس ہی رک گئی۔

رانیہ نے ارحان کے کمرے کا دروازہ کھولا کمرہ میں اسے عجیب سا سکون محسوس ہوا تھا۔ یہ ہمارا کمرہ ہے کیسا لگا تمہیں۔ ارحان اسکو دیکھ کر بولا
اچھا ہے۔ جواب مختصر تھا۔

صرف اچھا۔۔۔۔۔ وہ اس پر نظریں جمائے ہوئے بولا
میرا مطلب بہت اچھا

نہیں اگر تمہیں کچھ پسند نہیں تو ہم چیخ کر لیں گے کوئی مسئلہ ہی نہیں۔ وہ ہاتھ باندھتا ہوا اسکے سامنے آیا۔ رانیہ کو احساس ہو چکا تھا کہ سعدیہ پیچھے کہیں رہ گئی ہے۔ وہ فوراً جانے کے لیے مڑی تھی ارحان نے اسکا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنی طرف کھینچا تھا۔
وہ خود کو اس سے چھڑانے کی کوشش کر رہی تھی اسنے فوراً اسکو کمر سے پکڑ کر قریب کیا تھا۔ ادھر میری طرف دیکھو

اس نے آنکھیں جھکائی ہوئی تھیں۔

آنکھ بھر کر نہ سہی ایک نظر ہی سہی۔

رانیہ فی غصے سے منہ دوسری طرف پھیرا تھا۔

اففف۔۔۔۔۔ اتنی گستاخیاں۔۔۔۔۔ کیسے بھگتیں گی انکا خمیازہ آپ۔

کیا مطلب۔ وہ فوراً نظریں اٹھا کر اسے گھورتی ہوئی بولی۔

اب تک کیے جانے والے ظلم اور یہ سب گستاخیاں ہم چپ چاپ ہی سہتے رہیں گے ایسے تو نہیں چلیگا تو بس خود کو سزا کے لئے تیار رکھیے گا باقی آپ سمجھدار ہیں وہ اسکے کان میں ذومعانی انداز میں سرگوشی کرتے ہوئے بولا۔

وہ اسکے اس انداز پر تڑپ کر رہ گئی تھی۔ کافی دیر اسکو خود میں مگن دیکھ کر اس نے زور سے اسکے پاؤں پر پاؤں مارا تھا ارحان فوراً ہوش میں آیا تھا۔ وہ اسکو خود سے چھڑاتی ہوئی باہر گئی تھی۔ آخر کب تک بھاگیں گی۔ وہ اسکی اس ادا پر مسکراتا ہوا بولا۔

کہاں رہ گئی تھی سعدیہ؟؟ ارحان اور رانیہ ڈائیننگ روم میں آئے جہاں ملازم ڈائیننگ پر کھانا سجا رہے تھے۔

وہ بھائی میری کال آگئی تھی وہی سننے لگ گئی تھی پھر ممانی نے بتایا کہ آپکا روم اوپر ہے تو میں نے سوچا پہلے آپ دیکھ لیں میں بعد میں دیکھ لوں گی۔

ہاں ویسے آئیڈیا برا نہیں تھا۔ ارحان سعدیہ کو سیلیوٹ کرنے کے انداز میں بولا۔

کھانا کھا کر وہ سب لان میں بیٹھے چائے پی رہے تھے ہلکی ہلکی ہوا رانیہ کے چہرے کا طواف کرتے بالوں کے ساتھ شرارت کر رہی تھی۔

کتنا سکون ہوتا ہے نہ من پسند شخص کو چاہنے میں۔ اسکا سامنے ہونا دنیا کی کئی انمول لمحوں میں سے قیمتی لمحوں میں شمار ہوتا ہے۔ عجیب سا سکون ایک سرور کی سی کیفیت ہوتی ہے۔ تمہاری بے رخی پر میں تو کیا میری جان بھی قربان۔ ارحان کی مسلسل نظریں رانیہ پر ٹکی ہوئی تھیں۔

تمہیں پہلی کبھی کہنے کی ضرورت پڑی ہے۔ ستارہ ہاتھ باندھتی ہوئی اسکے سامنے کھڑی ہوئی۔
نہیں لیکن پھر بھی آجکل تمہارے بھائی آرہے ہیں تمہیں لینے اسی لئے کہ رہی تھی۔
تو کیا ہوا تم چلی جانا بھائی کو مسئلہ نہیں ہوگا۔

وہ دونوں ڈیپارٹمنٹ سے نکل کر کالج کے گیٹ کی طرف جا رہی تھیں۔
تم بتا رہی تھی انکل اور آنٹی آسٹریلیا گئے ہیں۔

ہاں پتہ ہے کیوں۔ ستارہ سرگوشی کرنے کے انداز میں بولی
کیوں-----سعد یہ حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔

میں خالہ بننے والی ہوں وہ خوشی کے مارے چلتے چلتے اچھلی تھی۔

سچی یہ تو بہت اچھی بات ہے مجھے پکچر ضرور دکھانا تمہیں پتہ ہے نہ مجھے بے بی کتنے پسند ہیں سعدیہ گالوں پر اپنا ہاتھ رکھتی کھوئے سے انداز میں بولی۔

اسی لیئے تو تمہیں بتایا ہے اور تم مجھے سوچ کر اچھا سا نام بھی بتانا۔

ہاں ٹھیک ہے۔ دونوں باتیں کرتی ہوئی گیٹ سے نکل کر گاڑی تک پہنچی جو ان کے آنے سے پہلے وہاں پر موجود تھی۔ سعدیہ نے ایک نظر منیب پر ڈالی اور نظر انداز کرنے کے انداز میں وہ گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ فرنٹ مرر میں اسکا چہرہ نظر آرہا تھا منیب کی نظریں نہ چاہتے ہوئے بھی بار بار

✱ ✱ ✱ ✱ ✱ ✱

بولا

اس نے آڈر دے کر ریسپور واپس رکھا اور منیب کو غور سے دیکھنے لگا۔
کیا ہوا جناب؟

جیسے آپکی مرضی جناب وہ ہوا میں ہاتھ بلند کرتے ہوئے بولا۔

کیا بات ہر سعدیہ کیوں پریشان ہو۔ رانیہ سعدیہ کو پریشانی کے عالم میں ٹھہلتے ہوئے دیکھ کر بولی۔
کک۔۔۔ کچھ نہیں باجی وہ یکدم ہڑبڑائی تھی۔
ادھر آؤ میرے پاس۔

Whatsapp : 03335586927

کیوں کہ شاید اس وقت یہ خود غرض ہو جاتے ہیں۔ لیکن جتنا رشتہ خون کا ہو گا اتنا تو اہل مارے گا ہی۔ کیوں پریشان ہو بتاؤ

شاید واقع خون کے رشتوں کے علاوہ کوئی رشتہ اپنا نہیں ہوتا سعدیہ رانیہ کے گلے لگتی ہوئی بولی۔ جہاں احساس کا رشتہ نہ ہو وہاں کسی بھی رشتے کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ اب بولو بھی کیا ہوا ہے۔ ہونے کو کچھ بچہ ہی نہیں وہ بھرائی سی آواز میں بولی۔

میرا بچہ کیا ہو گیا ہے ایسی باتیں کیوں کر رہی ہو کوئی بات ہوئی ہے ستارہ سے لڑائی ہوئی ہے بتاؤ۔ نہیں بس مجھ سے ایک غلطی ہوئی ہے۔ اور مجھے پچھتاوا ہو رہا ہے اتنا کہ میرا دم گٹھ رہا ہے باجی سانس بند ہو رہا ہے میرا مم۔۔۔۔۔ میں۔۔۔۔۔ میں اندر ہی اندر مر رہی ہوں۔ وہ اس وقت رانیہ کے گلے

سے لگی رو رہی تھی اور اسکا جسم مکمل کانپ رہا تھا۔ وو۔۔۔۔۔ وہ چلا گیا۔۔۔۔۔ اسکے

وعدے۔۔۔۔۔ اسکی محبت۔۔۔۔۔ اسکی باتیں۔۔۔۔۔ مم۔۔۔۔۔ میں۔۔۔۔۔ میں

مر جاؤنگی باجی۔۔۔۔۔ میں اسکے بغیر نہیں رہ سکتی۔۔۔۔۔ مم۔۔۔۔۔ میں کہاں

جاؤں۔۔۔۔۔ یہ۔۔۔۔۔ یہ دیکھیں میرے خالی ہاتھ کچھ نہیں بچا سب لٹ گیا سب برباد ہو گیا

میرے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں رہا۔۔۔۔۔ وہ دیوانہ وار بولتی چلی جا رہی تھی۔

سعدیہ ادھر دیکھوں میری طرف بسسس۔۔۔۔۔ بس کرو میرا بچہ ایسے ہلکان نہ کرو خود کو۔

کیوں۔۔۔۔۔ کیوں آیا تھا وہ میری زندگی میں کیوں دکھائے مجھے خواب چھوڑ جانے کے لیئے توڑ جانے

کے لیئے زندہ لاش بنا دینے کے لیئے چھوڑ جانے کے لیئے ہی آنا تھا تو کیوں آیا میری زندگی میں وہ خود

کو رانیہ سے چھڑاتی بیڈ سے سرکتی ہوئی نیچے آ بیٹھی تھی۔

✱ ✱ ✱ ✱ ✱ ✱

راہیہ: کیا

ارحان: اپنے شوق۔۔۔۔۔ نہیں بلکہ شوق تو وقت کے ساتھ پتہ چل ہی جائیں گے۔ دوسری طرف لمبی خاموشی تھی
کوئی فیورٹ کتاب؟

Forty rules of love: رانیہ

ارحان: اہان کوئی خاص وجہ

رانیہ: بس پسند ہے محبت اور روحانیت کے موضوع انکا فلسفہ بہت پسند ہے مجھے۔ وہ کھوئی کھوئی سی بولی
ارحان: پریشان کیوں ہیں؟
رانیہ: اسکے سوال پر ٹھٹک کر رہ گئی تھی۔

I wasn't expecting this

what are you expecting ارحان: تو پھر

میں صرف تمہارے معاملے میں ہی اچھا اور سیدھا بنتا ہوں رانیہ ورنہ مجھ جیسا ٹیڑھا اور شاطر انسان
تم نے آج تک نہیں دیکھا ہوگا۔ تمہیں کیا لگتا ہے کہ میں تمہاری آنکھوں میں جھانک کر جان نہیں
سکا اتنی بے جا بحث میں نے یونہی کی تم سے۔

میں تو وہ ہوں جو انسان کی چال دیکھ کر اسکو جان جاتا ہوں کہ وہ چیز کیا ہے تم تو پھر میری اپنی
ہو۔ بتاؤ اب کیا ہوا۔

وہ حیرانی سے اسے دیکھ رہی تھی جو پوری طرح اسکی طرف متوجہ بیٹھا تھا۔

تم ایسا کچھ نہیں کرو گے التمش۔۔۔۔۔ وہ شریف گھر کی لڑکی
 ہے۔۔۔۔۔ اسکی عزت داغ دار نہ کرنا۔۔۔۔۔ تمہیں خدا کا
 واسطہ"۔ ماں ہو کر بھی انہیں اپنی ضدی بیٹے کے سامنے ہاتھ
 جوڑنے پڑے تھے۔

آخری چانس۔۔۔۔۔ صرف آخری چانس دے رہا
 ہوں۔۔۔۔۔ دوبارہ جائیں اور انہیں کہیں کہ عزت سے اپنی
 بھانجی کو میرے ساتھ بیاہ دے۔۔۔۔۔ ورنہ ساری زندگی کہیں
 منہ دیکھانے کے قابل نہیں چھوڑوں گا"۔ وہ سنجیدگی سے بولا

Episode 3

اس خوبصورت ناول کو ریڈ کرنے کے لئے اس پوسٹ کے کمنٹ باکس
 میں کمنٹ کریں یا نیچے دیئے گئے واٹس ایپ نمبر پر رابطہ کریں۔

Whatsapp: 03335586927

منیب: کیا مطلب تم اسکی بات کر رہے ہو

منیب: کیا مطلب-----

منیب: محبت اگر سوچ سمجھ کر کی جاتی تو کیا ہی بات تھی۔

منیب: الہام-----کیسا الہام؟

[illegible]

منیب: کھل کر بتاؤ بات کیا ہے۔

اسکے ہاتھ میں پکڑا سگریٹ اپنے آپ ہی دھک رہا تھا۔

ارحان: کل رات وہ اپنے حواس کھو بیٹھی تھی خود کو ہلکان کر بیٹھی تھی اسکے لیے جسکا خیال اسکے دل میں ہے۔ اور پھر گھنٹوں بے ہوش رہی ہوش میں آئے کے بعد پتہ ہے کس کا نام۔ لگ رہی تھی وہ ارحان: اسی کا جس کا خیال اس کے دل میں ہے۔ اس کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

کیا ہو گیا تھا رات کو رانیہ بتا رہی تھی طبیعت خراب ہو گئی تھی تمہاری۔ فائزہ کمرے میں سعدیہ کا حال پوچھنے آئی تھی اس نے صرف بخار اور بی پی لو کا بہانہ بنایا تھا اور سعدیہ بھی اسکی بات پر پہرا باندھے ہوئے تھی۔

ٹھیک ہوں امی

خیال رکھا کرو پتہ ہے تمہیں ایکزامر کی ٹینشن ہوتی ہے لیکن اب یہ تو نہیں نہ کہ اپنی حالت ہی خراب کرلو۔

آگے سے خیال رکھوں گی میں امی۔ وہ تھکے تھکے انداز میں بولی

سمجھا دیا ہے امی میں نے اب بالکل خیال۔ رکھے گی اپنا فائزہ اسکے گال کھینچتی ہوئی بولی تمہاری ممانی کی کال۔ آئی تھی کہ رہی تھیں کہ سب کچھ فائنل ہو گیا ہے تو اگلے ہفتے نکاح کر لیتے ہیں۔ تمہارا کیا خیال ہے فائزہ

جی امی مجھے بھی سادگی سے نکاح اور رخصتی کرنا ہے زیادہ کچھ نہیں کرنا۔

کیا باجی اتنا کچھ سوچا تھا میں نے آپ کو پتہ نہیں کیا شوق ہے اتنی سادگی سے شادی کرنے کا۔ تو کر لینا کون روک رہا ہے جو مرضی کرو لیکن اس سے پہلے ٹھیک تو ہو جاو۔

پھر کردوں کال میں ام ہانی کو کہ اگلے ہفتے کی کوئی تاریخ رکھ لیتے ہیں۔

وہ نہیں میرا مگر اس سے محبت ہے تو ہے
یہ اگر رسم و رواجوں سے بغاوت ہے تو ہے

سچ کو میں نے سچ کہا جب کہہ دیا تو کہہ دیا
اب زمانے کی نظر میں یہ حماقت ہے تو ہے

جل گیا پروانہ تو شمع کی اس میں کیا خطا
رات بھر جلنا جلانا اس کی قسمت ہے تو ہے

دوست بن کر دشمنوں میں وہ ستاتا ہے مجھے
پھر اسی ظالم پہ مرنا اپنی فطرت ہے تو ہے

کب کہا میں نے کہ وہ مل جائے مجھ کو میں اُسے
غیر ہونہ جائے وہ بس اتنی حسرت ہے تو ہے

دور تھے اور دور ہیں ہر دم زمیں و آسمان
دوریوں کے بعد بھی دونوں میں قربت ہے تو ہے

وہ یکے بعد دیگرے سگریٹ سلکھاتا اور آدھی ادھوری پی کر اسے مسل کر پھینکتا جا رہا تھا۔
بس کرو منیب کتنی پیو گے۔

اتنی کہ دل بند ہو جائے۔ وہ شدت سے آنکھ موندھتے ہوئے بولا۔
تم بات کیوں نہیں کر لیتے اس سے۔ ارحان نے اسکے شانے پر ہاتھ رکھا تھا۔
کیا بات کیا پوچھو کہ کون ہے کس کو دل میں بسائے پھرتی ہو کس کی یاد میں تڑپ رہی ہو یہ
پوچھو؟ یا اسے اپنا حال سناؤں۔

میں بات کروں رانیہ سے وہ بات کر لے گی اس سے
نہیں یہ میری لڑائی ہے میں لڑونگا اتنا کہ اس نے کرسی سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں

ارحان اور دانیہ کی شادی کی تاریخ طے ہو چکی تھی۔ سعدیہ نے بھی خود کو بہلانے کے لیے گھر کے
کاموں میں مصروف کر لیا تھا۔ لیکن پھر بھی اسکا دل ایک عجیب الجھن کا شکار تھا ایک کسک ایک چھن
سی تھی۔ وہ جان کر بھی انجان تھی یا اسے سمجھ ہی نہیں آرہی تھی۔ دوسری طرف منیب کا دل جسے
نہ سمجھ آرہی تھی کہ امید لگائے یا نا امید ہو کر بیٹھ جائے۔ یہ دل کی جنگ تھی جس میں عقل نے
ہتھیار ڈال ڈیئے تھے۔

یہ کیا ہے باجی۔ سعدیہ کاغذوں کا ڈھیر اٹھا کر چھت پر لائی تھی۔

میری تنہائی کا ساتھی میرا دوست۔ وہ سب کاغذوں کو ایک کے بعد ایک پھاڑنے لگ گئی۔ کاغذ پھاڑ کر اس نے ماچس لگا کر انھیں آگ کی بھینٹ چڑھا دیا۔

باجی آپ۔۔۔۔۔ آپ۔ جلا۔ کیوں رہی ہیں انکو۔ سعدیہ سر پر ہاتھ مارتے ہوئے بولی۔

یہ سب میری تنہائی کا ساتھی، میرے اکیلے پن کو دور کرنے کا ایک ذریعہ تھا بس اب مجھے ان سب کی ضرورت نہیں اب میری زندگی میں میرا حقیقی ساتھی آنے والا ہے جو دل کی باتیں ان کاغذوں پر لکھتی تھی اب وہی باتیں سننے والا مل گیا ہے مجھے۔ جہاں یہ کاغذ کے پنے میری تنہائی دور کرتے تھے وہاں اب وہ میری تنہائی دور کریگا اب مجھے ان سب کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے سننے والا مل گیا ہے زندگی کا نیا باب شروع ہو رہا ہے اس سے پہلے جو تھا جو ہو گیا یا جو گزر گیا وہ میں اسی باب میں ختم کر دینا چاہتی ہوں یہی اسی آگ میں اسی راکھ میں دفن کر دینا چاہتی ہوں اور نئے سفر کا آغاز نئے سرے سے کرنا چاہتی ہوں اپنی پوری زندگی اب اس شخص کو سوئپ دینا چاہتی ہوں سارے حق دینا چاہتی ہوں اسے اسکے اور اپنے درمیان مجھے کچھ بھی نہیں لانا نہ شوق نہ جنون اس سب کچھ وہی ہے میرا۔ میری پسند میرا جنون سب کچھ۔ وہ بولتی ہی چلی گئی اور سعدیہ نہ جانے کس سوچ میں گم ان کاغذوں کو آگ کی پھینٹ چڑھے راکھ بنتے دیکھ رہی تھی۔

یونہی بے سبب گھبرا یا سا پھرتا ہوں
رو نقیس تو ہیں پھر بھی اکتایا پھرتا ہوں

حالت ہجر کا ملال اور ایک طرف یہ رقابت
میں ایک ساتھ دو بوجھ اٹھائے پھرتا ہوں

یہ درد سب بے درد، میری خوشیاں کھا جاتے ہیں
میں پھر بھی ان کو سینے سے لگائے پھرتا ہوں

جہاں یاروں کے بھی یار ہیں میں اس عالم ناپائیدار میں
صرف اس ایک شخص سے دل لگائے پھرتا ہوں

گاڑی میں تیز میوزک اور ساتھ ہاتھ میں سگریٹ لیے وہ دیوانہ وار گاڑی سڑکوں پر بھگا رہا تھا نہ جانے
کتنی ہی کالز کے بعد اس نے آخر فون اٹھایا۔

ارحان مجھے پلیز کچھ مت سمجھانا میں سمجھنے سمجھانے کے موڈ میں نہیں ہوں۔

کچھ نہیں سمجھا رہا جگر میں صرف یہ بتا رہا ہوں کہ میں آفس میں نہیں ہوں رانیہ اور پھوپھو کے
ساتھ شاپنگ کے لیے آیا ہوں رات کو ملتے ہیں اور پلیز اپنا خیال رکھنا ہم کوئی نہ کوئی راستہ نکال
لینگے۔ منیب نے بنا کوئی جواب دیئے فون بند کیا اور گاڑی تیزی سے گھماتا ہوا سگنل توڑ کر نکل گیا۔

سعدیہ شیشے کے سامنے کھڑی کان کے ساتھ فون لگائے لہنگا پہن کر دیکھ رہی تھی۔

ہاں میں وہ ایک ایک قدم اسکی طرف بڑھ رہا تھا۔
تمہاری ہم۔۔۔۔۔۔ ہمت کیسے کوئی آنے کی۔

زمین تو میرے پیروں سے نکل گئی تھی سچ سن کر اور لڑکھڑا تم رہی ہو۔
 کلک کلک۔۔۔۔۔ کیسا سچ۔۔۔۔۔ کو۔۔۔۔۔ کونسا سچ

سچ۔۔۔۔۔ ایک قہقہہ ہوا میں بلند ہوا اور وہ ہم کر رہ گئی
کاش تم اس سے بھی اتنا ہی بے خبر ہوتی جتنا تم مجھ سے ہو۔

دیکھئے انسپکٹر۔۔۔۔۔ وہ کانپتی ہوئی ہاتھ کے اشارے سے وارن کرتی ہوئی بولی

کیا دیکھوں کیا۔۔۔۔۔ اس دن سے دیکھتا ہی تو آ رہا ہوں کیسے ایک لڑکی مٹھی میں میری جان لیئے
پھرتی ہے۔ لوگوں کو جیل کی سلاخوں کے پیچھے رکھنے والا آج خود کسی کی قید میں ہے۔ تم جانتی ہو یہ
بات وہ اسے بازوؤں سے پکڑ کر جھنجھوڑ رہا تھا۔

وہ آنکھوں میں آنسو لیئے بت بنی کھڑی اسے دیکھ رہی تھی۔
چھوڑیئے مجھے درد ہو رہا۔

مجھے بھی ہوا تھا اتنا ہی ہوا تھا جب یہ پتا چلا کہ جس کو میں دل میں بسائے پھر رہا ہوں وہ۔ کسی اور
کے دل میں گھر کر کے بیٹھی ہوئی ہے اور تو اور تب اور بھی درد ہوا جب یہ پتا چلا وہ اسکے لیئے بن
پانی کی مچھلی کی طرح تڑپ رہی ہے۔ اسکی گرفت اسکے بازوؤں پر اور مضبوط ہوئی تھی۔
اس نے ایک جھٹکے سے اسے چھوڑا تھا اور وہ صوفے پر ڈھے گئی۔ وہ ڈری سہمی سی بیٹھی تھی۔ اس نے
اسکے پاؤں میں گھٹنے ٹیک دیئے۔

محبت۔۔۔۔۔ وہ سر جھکائے بیٹھا تھا۔ محبت کی ہے میں نے تم سے اتنی محبت کہ شاید تمہاری محبت
اسکے لیئے میری محبت کے سامنے ایک بوند کی مانند لگے۔ میں ساتھ دے کر نبھانا چاہتا ہوں۔
نہ کہ اس کی طرح ساتھ دے کر بیچ راستے میں چھوڑ دینا۔

ایک دریا میں دو بار نہیں اتر جاتا۔ جس طرف جانا نہ ہو وہ راستہ پوچھنا ہی کیوں۔ ایک ہی غلطی بار بار کی جائے تو گناہ بن جاتی ہے۔ وہ آنسو صاف کرتی ٹھوس لہجے میں بولی۔

محبت اور گناہ وہ اسکی طرف دیکھتا ہوا بولا۔

ہاں محبت اور گناہ وہ اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتی ہوئی بولی۔

اس نے ایک جھٹکے سے اسکے بال کھول دیئے۔ وہ اس حرکت پر سٹپا گئی۔ اس نے بے اختیاری میں اسکے گال کو چھوا وہ آنکھیں موند گئی۔ اسکے کانپتے ہونٹ اور ان کے پاس سارے کا سارا حسن سمیٹا تل۔

وہ انگلیوں کی پوروں سے چھو کر اسکا روم روم تڑپا گیا تھا۔ اسمی سانسیں تیز ہو رہی تھیں دل تھا کہ باکر آجائیگا۔ ایک پل کو وہ اسکے وجود میں گم ہوش میں آیا۔

محبت حد میں رہ کر بے حد کی جائے اس سے خوبصورت احساس شاید ہی کچھ ہو۔ گناہ تو تب سرزد ہوتا ہے جب انسان اپنی حدیں بھول جائے۔ وہ اسکے بالوں کی لٹ کو۔ کون کے پیچھے کرتے ہوئے بولا اس سے پہلے کہ وہ ہوش میں آتی وہ جاچکا تھا۔ جب تک اس نے خود کو سنبھالا وہ جاچکا تھا لیکن وہ اسکے دل میں ایک نقش جما گیا تھا جسکی چھن اسے محسوس ہو چکی تھی۔

رانیہ مہندی کے جوڑے میں تیار گوٹے سے سجا ہوا دوپٹہ لئیے سیٹج پر بیٹھی تھی سارا انتظام گھر کے لان میں ہی کیا گیا تھا فیری لائٹس اور گیندے کے پیلے پھولوں سے لان کو سجایا گیا تھا۔ ارحان بھی منیب اور فائزہ کے ساتھ وہاں پہنچ گیا شلوار قمیض کے ساتھ واسکٹ پہنے وہ عام دنوں کی بجائے آج

Today is your last night my chilli sauce

شروع ہو جائیگی۔ وہ آنکھ مارتا ہوا بولا

اچھا جی تو کیا ہم آپکی ہاں سمجھیں مطلب کہ آپ سزا بھگتنے کے right لئیے تیار ہیں؟؟

مطلب وہی جو سمجھ میں آرہا آپکو خاموشی بھی آدھی رضا مندی ہوتی ہے۔

ارے ارے ارے ارے۔۔۔ ابھی سے بیویوں والا روپ بھی شروع کر دیا کیا بنے گا میرا۔ وہ

کوئی نہ کوئی بات نکال کر اسے مسلسل چھیڑ رہا تھا۔

ستاراااااارررررہ۔۔۔۔۔ کتنی پیاری لگ رہی ہو سعدیہ بھاگتی ہوئی ستارہ سے گلے ملی تھی۔

تم بھی تو اتنی پیاری لگ رہی ہو۔

تھیک یو یار رہا اچھا تم بیٹھو باجی کے پاس میں امی اور ممانی کو لے کر آتی ہوں۔

وہ بھاگی ہوئی لاونج کے دروازے کی طرف جا رہی تھی کہ کسی وجود سے ٹکراتی ٹکراتی پہنچی تھی۔

دیکھ ہی تو رہے ہیں وہ اسکی آنکھوں میں جھانکتا ہوا بولا۔ اور وہ ہر بڑاتی ہوئی اسے غصہ دکھاتی ہوئی اندر بھاگ گئی

فائزہ باہر سب رسموں کے لئے تمہارا انتظار کر رہے ہیں اور تم یہاں بیٹھی ہو کیا بات ہے۔ فائزہ بیڈ پر کچھ کپڑے لئے ہوئے بیٹھی تھی اور ام ہانی اسکے پاس جا کر بیٹھی اسکی بھیگی سپاٹ نظریں ان عروسی جوڑوں پر ٹکی ہوئی تھیں۔

Whatsapp : 03335586927

ام ہانی: کاش ہم بھول سکتے پر وہ چیز جس پر ہمارا اختیار نہ تھا ہر وہ بات جو ہمارے بس میں نہ تھی۔ جو ہمارے بس میں کبھی تھا ہی نہیں ہم وہ تک نہیں بھلا سکتے اور جس پر بس ہو پھر وہ کیسے بھلا سکتے ہیں لیکن کاش بھلانا آسان ہوتا۔

فائزہ: آپکو یاد ہے بھابھی ان سب چیزوں پر۔ میرا کبھی بس چلا ہی نہیں چاہ کر بھی میں ان پر اپنا حق نہیں جتا سکی۔ یہ خوبصورت چمکتے دھکتے عروسی جوڑے میرے پاس تھے لیکن پھر بھی ان پر میرا بس نہ تھا۔ اور چلتا بھی کیسے۔ وہ بات کرتے کرتے تلخ انداز میں

مسکرائی تھی۔ آپکی امانت تھی پھر بھی بوجھ لگتا تھا جیسے نہ جانے میں نے کسی چیز پر ناحق قبضہ کر لیا ہو۔ کسی کے ہاتھ سے چھین کر کبھی اپنا خود کا پیٹ نہیں بھرا جاسکتا کبھی چھینی ہوئی چیزیں راس نہیں آتی۔

ام ہانی: کچھ ناحق نہیں تھا کسی چیز پر قبضہ نہیں کیا تم نے وہ ایک ساس بہو کی جنگ تھی جس میں تم بس ایک سپہ سالار تھی۔ ساس بہو کا رشتہ ہوتا ہی سہیلیوں جیسا ہے لڑتی جھگڑتی ہیں پھر خود دہی ٹھیک ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ ان دونوں کو ایک ہی انسان سے محبت ہوتی ہے ایک کے لیے وہ سہارا اور دوسری کے لیے وہ پوری دنیا ہوتا ہے۔ میں تو یہ سب چھوڑ کر بہت آگے نکل آئی ہوں کیا ہوا کیوں کو اکیسے ہوا اگر ہم ان میں ہی الجھ جائیں گے تو آگے نہیں بڑھ سکیں گے اگر پرانی لڑائیاں ہی دوہراتے رہتے تو آج نئے رشتے کیسے جڑتے۔

فائزہ حیرت سے آنکھوں میں نمی لیے ام ہانی کو دیکھ رہی تھی جو بہت پیار سے اس کے ہاتھ تھامے اسے سمجھا رہی تھی۔

* * * * *

آدھ گھنٹہ اسے انتظار کرانے کے بعد وہ پورچ میں آئی۔ بالوں کا ہلکا سا بن بنائے سادہ شلوار قمیض
ریشمی دوپٹہ سمجھاتے ہوئے اس نے گاڑی کا پچھلا دروازہ کھولا

-----لجہ تلخ تھا I am not your driver

سوری-----وہ چپ چاپ آگے آکر بیٹھ گئی۔

مجھے انتظار کرنا پسند نہیں اور کروانے والے-----

آئی ایم سوری-----وہ اسکی بات کاٹتی ہوئی بولی۔

آدھ گھنٹہ لیٹ ہو تم

سوری-----

what the hell is sorry-----what nonsense yawr

وہ سٹیرنگ پر ہاتھ مارتے ہوئے بولا

وہ یکدم سہم گئی۔ دونوں کے درمیان اب ایک لمبی خاموشی تھی

آئی ایم سوری-----تم کوئی بات بھی تو نہیں کر رہی

کیا بات کروں۔ وہ معصومانہ انداز میں بولی

کچھ بھی کوئی بات بھی بات-----آتی نہیں بات یا مجھ سے نہیں کرنی

پتہ نہیں۔۔۔۔۔جواب مختصر تھا۔

پھر کس کو پتہ ہے وہ گاڑی کی سپیڈ بڑھاتے ہوئے بولا

پلیز آہستہ چلائیں مجھے ڈر لگتا ہے۔ وہ مٹھیاں بھینچتی ہوئی بولی

مجھے بھی لگتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ تمہاری خاموشی سے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ویسے تم نے جواب نہیں دیا
کس بات کا جواب

اسی بات کا جو اس دن میں کرنے تمہارے گھر آیا تھا۔
پتہ نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

پلیز سعدیہ میں ادھر مر رہا ہوں اور تم اتنی بے خبر مت بنو تمہیں کوئی پرواہ نہیں میری کیوں کر
رہی ہو میرے ساتھ ایسا۔

مجھے نہیں پتہ
پھر کس کو پتہ ہے تم میرے حال سے بے خبر کیسے ہو سکتی ہو محبت کرتا ہوں میں تم سے۔
محبت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ وہ منہ میں بڑبڑائی
ہاں محبت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اس نے حیرانی سے اس کے طرف دیکھا باہر تیز ہوا چل رہی تھی لیکن وہ اطمینان سے گاڑی چلا رہا تھا۔
کیا دیکھ رہی ہو۔

ممنم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ میں نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کچھ نہیں
کسی اور سے یہ جھوٹ بولنا شاید وہ مان جائے۔
دوسری طرف لمبی خاموشی تھی

پلیز سعدیہ میرا اور میری محبت کا امتحان مت لو

ادھر دیکھو میری آنکھوں میں اسکا چہرہ اپنی طرف کرتے ہوئے بولا۔ دیکھو دیکھ سکتی ہو ان میں دیوانگی، ان میں پاگل پن، کھودینے کا ڈر، دور ہو جانے کا خوف، پالنے کی حسرت آنکھیں کیوں بند کر لیں سامنہ کرو نہ دیکھو انکو وہ اسکو بازوؤں سے پکڑے کھڑا تھا اس نے آنکھیں موند لیں تھیں۔

کیوں یقین نہیں آتا تمہیں ہر انسان ایک جیسا نہیں ہوتا مجھے بھی تم اس کے ساتھ اسے ترازو کے پلڑے میں مت رکھ کر تولو۔ تمہیں جاننا ہے محبت کیا ہے میں نہیں جانتا کیا کہ محبت کیا ہے۔ مجرد بس چلے میں ہاتھ کی لکیریں مٹا مر تمہیں اپنے نام لکھوا لوں ایک پل دور نہ جانے دوں، سانس نہیں آتا تمہیں جب تک سوچوں نہ حواسوں پر چھا چکی ہو تم۔ جاننا چاہتی ہو محبت کیا ہے تو سنو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اس سے پہلے کہ وہ بولتا اس نے اسے جھٹکے سے خود سے دور کیا تھا اور سسکیں سے روتی ہو گاڑی سے ٹیک لگائے نیچی بیٹھ گئی۔

Whatsapp : 03335586927

تمہارے پیچھے بھگا بھگا کر مار دیا ہے۔ کاش تمہارے ذرا سی توجہ سے اسکی صدیوں کی تھکن دور ہو جائے جس نے اسکے وجود کی پور پور کو تھکا دیا ہے۔

آج اگر وہ انجان بن کر تمہارے پاس سے گزر جائے تو حیران مت ہونا تمہارے رویے نے تمہاری لاپرواہی اور بے زاری نے اسی آج بدل دیا ہے تم اسکے لیے ایک عام انسان کی طرح ہو ایک ایسا عام شخص جو کبھی محبوب کے رتبے پر فائز ہوا ہی نہیں جسے کبھی کسی نے محبت کا شرف نہ بخشا ہو۔ جسا حلق چاہت کی بوند کے لیے پیسا ہو اور وہ انا کے ریگستان میں مارا مارا پھرتا ہو۔ اب یہ لڑکی صرف ایک مفاد پرست، انا پرست لڑکی ہے جسکو صرف عزت نفس پیاری ہے اور جو اپنی اس چاہت کے گلاب کو خود اپنے پاؤں سے مسل کر آگے بڑھ گئی ہے۔ دیکھو آج خود کو تم نے ہاتھ چھڑوایا تھا بس اور اس نے تمہیں مکمل چھوڑ دیا۔ یہ وہ لڑکی ہے جو ایک بار ایک در چھوڑ دے تو اسے مڑ کر بھی نہیں دیکھتی جو مر تو جائے گی مگر کسی جاتے ہوئے کو آواز نہیں دے گی۔ وہ اپنے ہاتھوں کو دیکتی ٹٹولتی اپنے من کی آواز میں کھوئی ہوئی تھی۔

وہ چلا گیا اس نے ایک بار نہیں سوچا میرا ایک بار اسکو میرا خیال نہیں آیا میں کس حال میں ہوں گی وہ جانتا تھا میں نہیں رہ سکتی اس کے بغیر میں روز مرتی ہوں تل تل مرتی ہوں اس کے انتظار میں تڑپتی ہوں پتہ نہیں وہ کہاں چلا گیا مجھے چھوڑ گیا وہ میں کیا کرونگی اپنی اس ادھوری محبت کو لے کر اپنے ٹوٹے خواب لے کر کہاں جاونگی میں مر جاونگی منیب۔ وہ دیوانہ وار اس سے لپٹی تھی اور ایک پل میں وہ اسکے دل کی دنیا ہلا گئی تھی۔

وہ اسکی طرف اپنا ہاتھ بڑھاتے ہوئے بولا

رانیہ کمرے میں اپنی چیزیں سمیٹ رہی تھی اسے کچھ دیر بعد سعدیہ اور ستارہ کے ساتھ سیلون کے لیے نکلنا تھا۔ کہ اچانک اسکی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں ارحٰ۱۱۱۱۱۱۱۱۱۱-----آپ کیا کر رہے ہیں ادھر کسی نے دیکھ لیا تو وہ بے خوف اسکے سامنے ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔
اپنی چلی ساس کو دیکھنے آیا ہوں۔

کون دیکھے گا اور دیکھ بھی لے تو کیا ہونے والی بیوی سے ملنے آیا ہوں وہ آہستہ آہستہ اسکی طرف قدم بڑھا رہا تھا۔

شوشے بولی ابھی ہوئی نہیں گھر مہمانوں سے بھرا پڑا ہے کسی نے دیکھ لیا تو مسئلہ ہو جائے گا۔
شوشے نے اس کے ہونٹوں پر انگلی رکھی۔ پہلی بار اس نے اسکی
آنکھیں دیکھی تھیں اور وہ اس کے اتنے قریب تھی ارحان مے فوراً آنکھیں چھپکائی وہ مزید انکو دیکھتا تو
واپس نہ جایاتا۔

Honey you got such beautiful eyes

ہو گیا تمہارا۔۔۔۔۔ وہ اسکی طرف دیکھتا ہوا بولا۔

نہ ہو تو----- وہ اسکی لٹوں کو اپنی انگلیوں میں گھماتے ہوئے بولا

تو مجھ سے برابر کوئی نہیں ہوگا۔ وہ آنکھیں گھماتی ہوئی بولی

* * * * *

Whatsapp : 03335586927

ہاں کیوں۔۔۔۔۔ میرا مطلب پتہ نہیں

نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ وہ اسکے گال چھوتی ہوئی بولی

✱ ✱ ✱ ✱ ✱ ✱

Whatsapp : 03335586927

[illegible]

سگریٹ یا وہ

وہ کون۔۔۔۔۔

وہی جو آپکی پوری کائنات بنے گی

choose one

سعدیہ تم مجھے امتحان میں ڈال رہی ہو۔ کبھی کبھار پلینز اتنی جلدی عادت نہیں چھوٹے گی۔ لیکن وعدہ کرتا ہوں جب بھی تمہارے پاس ہوا سگریٹ کو ہاتھ تک نہیں لگاؤنگا اور ایک دن اپنی یہ عادت ختم کر دوں گا۔

مجھے سگریٹ پینے والے لوگ بالکل پسند نہیں وہ روہانسی سے بولی۔

میں بھی نہیں؟

پتہ نہہیں

اچھا تو میں پھر ہاں سمجھوں

وہ آگے سے خاموش رہی۔۔۔۔۔

بولو سعدیہ

خاموشی بھی رضا مندی کا دوسرا نام ہوتا ہے۔ اس نے اتنا کہ کر فوراً فون بند کیا اور وہ اپنا نچلا ہونٹ دانتوں کے نیچے دباتی شرما سی گئی۔

اتنی پھکی چائے۔ وہ ایک گھونٹ بھر کر منہ بسورتا ہوا بولا
نہیں میں نے چینی ڈالی تھی آپ ہلکی پیتے ہیں تو میں کم ہی ڈالتی ہوں۔
کدھر یا ر پھکی ہے دیکھو۔ اس نے چائے کا کپ اسکی طرف بڑھایا۔
ارحان۔۔۔۔۔۔ یہ پھکی ہے اور کیسی پنی تھی آپکو۔

کمینہ محبت میں مار کر خود بھی محبت میں مر گیا۔ وہ تلخیہ انداز میں سوچتی ہوئی مسکرائی۔
جناب کن خیالوں میں ہیں ہمارا بھی خیال کر لیں وہ اسکو اپنی طرف کھینچتا ہوا بولا

آپکے علاوہ ہم کہیں اور کسی خیال میں ہو سکتے ہیں کیا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

تم نے ٹی وی دیکھا سعدیہ۔

نہیں کیوں کیا ہوا۔ وہ اسکی کال سنتی ہوئی بالکونی میں آئی۔ تیز ہوا سے ٹکرا wind chime بارش کا پیغام لاتی اسکی بالکونی میں لگے کر خوبصورت ساز بکھیر رہی تھی۔

ستارہ: وہ مر گیا سعدیہ۔

سعدیہ: کیا پھر سے کہو۔

ستارہ: وہ مر گیا سعدیہ تمہیں اعتبار نہیں میری بات کا۔ وہ ایک ایک لفظ چبا کر بول رہی تھی۔ سعدیہ: اعتبار ہے بس خود کو یقین دلا رہی تھی۔

سارا منظر دھندلا گیا تھا ہوا کا رقص بھی اسکو پھیکا لگ رہا تھا بارش کی ہلکی ہلکی کرنیں جو منظر میں رنگ بھر رہی تھی ہر گرتا قطرہ اس منظر کو بے رنگ کرتا نظر آ رہا تھا۔ دونوں طرف ایک لمبی خاموشی تھی۔

ستارہ: یقین نہیں آ رہا یا کرنا نہیں چاہتی۔ ستارہ خاموشی توڑتی ہوئی بولی

سعدیہ: میں نے اسکو کبھی ایسے اس حالت میں نہیں دیکھا میرا مطلب وہ سوتے ہوئے کیسا لگتا

ہوگا۔ مسکراتا تھا تو بائیں طرف گال میں ڈمپل پڑتا تھا وہ بھی داڑھی کے حسن میں چھپا ہوتا تھا غور

سے دیکھنے پر پتہ چلتا تھا اور اسکی وہ تاؤ کھائی ہوئی مونچھیں بات بات پر اسکو عادت تھی انکو مروڑتا تھا آنکھیں بڑی اور ہیزل کلر کی تھیں اسکو دیکھنے والوں کو لگتا تھا کہ وہ ایسا دریا ہے جو اسے اپنے طرف کھینچ لینگے اور وہ ڈوب جائیگا۔ کرلی بال تھے اسکے جب ان میں ہستا ہوا ہاتھ پھیرتا تو لگتا تھا دل کی دنیا ہلا جائیگا۔ کہتے ہیں مرد کا آدھا حسن تو اسکی اس خمار آلود بھاری آواز میں ہوتا ہے لیکن وہ ہر حسن پر دسترس رکھتا تھا۔ اور اسکا گندمی رنگ ہر چیز جیتی تھی اس پر۔ غصہ کا تیز تھا مگر اپنی چیزوں پر حق جتانے آتا تھا اسکو۔ کبھی کبھی سوچتی ہوں ستارہ کہ وہ شخص جو محبت کو کھیل سمجھ بیٹھا تھا کبھی خود بھی تو اس کھیل کی بساط پر کبھی کھڑا رہا ہوگا۔ کوئی تو بات ہوگی۔

ستارہ: ظاہر ہے ہر انسان جیسا ہو جب وہ ویسا نہ رہے تو کچھ تو اس نے ایسا دیکھا ہوگا جس نے اسکو بدل کر رکھ دیا کوئی طوفان تو آیا ہوگا نہ اسکی زندگی میں جو ہو گیا اسے بھولنے کی کوشش کرو آگے منزل تمہارا انتظار کر رہی ہے۔

سعدیہ: لیکن وہ مرا کیسے؟؟؟

ستارہ: کہ رہے تھے کہ مسجد میں صبح کے ٹائم کہیں جان نکلی اسکی سجدے میں تھا وہ۔ مولوی صاحب بتا رہے تھے کہ بہت آنا جانا لگا رہا تھا اسکا ایسے لگتا تھا جیسے وہ تب تب نہیں آتا تھا جب نماز پڑھنی ہو بلکہ تب آتا تھا جب جب اسکا دل کرتا تھا کم از کم دس بارہ چکر تو لگاتا ہی تھا اور بیٹھ کر گھنٹوں روتا رہتا تھا۔ امام صاحب سے بھی بہت باتیں ہوتی تھیں لیکن یہ نہیں پتا کہ کیا باتیں اتنا ضرور پتہ ہے باتیں کرتا کبھی رو دیتا کبھی چپ ہو جاتا تو کبھی ہسنے لگ جاتا تھا۔

سعدیہ: پلیز بس اس کے دل میں کیسے ٹیس سی اٹھی ہو

سعدیہ: کلک۔۔۔۔۔ کیا مطلب۔۔۔۔۔ وہ ایک دم ہڑبڑاتی ہوئی بولی

سعدیہ: لیکن وہ کیوں آرہے ہیں وہ بھی اتنی بارش میں

سعدیہ: اففففففف۔۔۔۔۔ یار پہلے بتاتی ماما کو روک لیتی وہ تو باجی کی طرف گئی ہیں۔ اور نہ میں نے کچھ نہیں کیا تمہارے بھائی کا کیا دھرا ہے سب۔

اب یہ تم خود دیکھو کیسے ہینڈل کرو گی۔ ستارہ نے فوراً بائے بول کر کال بند کر دی۔

تم ایسا کیسے کر سکتے ہو مجرم ہو کر بھی تم اسکی عدالت میں بری ہو گئے۔ ہم انسان ہوتے ہی کون ہے کسی بھی انسان کا اگلے جہان کا فیصلہ کرنے والے وہ ہے نہ ہم تو خوا مخواہ ہی سب کے خدا بن بیٹھتے ہیں۔ جب اس نے تمہیں راہ دکھا دی جب وہ معاف کر گیا تو میں کون ہوتی ہوں تمہیں مجرم کہنے والی۔ جب وہ تمہیں اپنے گھر بلاتا تھا جب تم اسکے سامنے گر گڑا تے تھے تم تو تبھی چن لینے گئے تھے

وہاں تک کوئی بھی تب تک نہیں جا سکتا جب تک وہ نہ بلائے۔ جاو میں نے تمہیں معاف کیا خدا تمہاری اگلی منزلیں آسان کرے۔ خدا کے حوالے

گاڑی کا ہارن بجتے ہی وہ بالکونی سے نیچے کی طرف بھاگی۔

گیٹ تک پہنچتی وہ آدھی بھیگ چکی تھی۔ وہ گاڑی سے باہر آیا وہ اسکی طرف آتی یہ تک بھول چکی تھی کہ سیڑھیوں سے اترتے ہوئے اسکا دوپٹہ وہیں رینگ میں اٹک کر سرکتا ہوا گر گیا تھا۔ وہ اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے کھڑی تھی۔ بادل کے گرنجنے پر وہ ڈر کر اس کے سینے سے لگی وہ جو سفید شال کو کندھوں پر گرائے ہوئے تھا اس نے بازو اس کے ادر گر حائل کر کے اس نازک سراپے کو خود میں سمایا۔ اس نے ڈر کے مارے اس کے کرتے کو مضبوطی سے اپنی مٹھیوں میں بھینچا ہوا تھا۔ بارش تیز ہو رہی ہے اندر چلیں۔ اسکی کی آواز سنتے ہی اس نے سر اٹھا کر اسکی طرف دیکھا جو اسکے بازوؤں میں چھپی مکمل کانپ رہی تھی۔

بنا کسی مزاحمت کے وہ اسے اپنی بانہوں میں بھرتا اندر لایا۔

آئی جی صاحب آپ شاید بہکنے کے موڈ میں ہیں ہوش میں آجائیے۔ سعدیہ اسکے بدلتے انداز دیکھ کر اسکے سامنے چٹکی بجاتی ہوئی بولی۔

آپ ایسے بہکائیں گی تو کیسے نہیں بہکی گے وہ اسکی ظرف اشارہ کرتے ہوئے بولا جو دوپٹہ سے بے نیاز اسکے سامنے کھڑی تھی نہ جانے وہ کس خیال کے تحت اسکی طرف ایسے بے نیاز دوڑی چلی آئی۔ ایک پل میں اسکے چہرے کی ہوائیاں اڑیں اور وہ دوپٹہ اٹھاتی ہوئی کمرے کی طرف بھاگی اور جھٹ سے دروازہ بند کیا تھا۔

سرکار کیا ہم انتظار کریں یا جائیں وہ دروازہ بجاتے ہوئے بولا۔

نہیں آپ جائیں وہ دوسری طرف دروازے سے ٹیک لگائے کھڑی تھی

مطلب آپ ہمارے ارادے جان گئیں تھیں۔ کوئی بات نہیں بات میں دیکھ لیں گے آپکو بھی کتنا بچیں گی۔

دوسری طرف سے کچھ دیر خاموشی کے بعد اس نے دروازہ کھولا۔ اس سے پہلے کے دروازہ پورا کھلتا وہ جھٹ سے کمرے میں آیا اس نے اسے دروازے کے ساتھ لگا کر دروازہ لاک کیا۔

منہمب۔۔۔۔۔

شششش۔۔۔۔۔ اسنے اسکے ہاتھوں کو پکڑ کر دروازے کے ساتھ لگایا اور کے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا۔

اتنا کچا کھلاڑی سمجھ لیا۔ وہ بھنوائیں اچکاتے ہوئے بولا۔

سعدیہ کی سانسیں اسکی تیز ہو رہی تھیں اسکا دل پسلیوں سے باہر آنے کو تھا۔ وہ اسکے ہونٹوں پر انگلی پھیرتا اسکے گالوں کو مس کرتا گردن کی طرف آیا۔

منہمب۔۔۔۔۔

اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی وہ اپنی روح کو سیراب کر رہا تھا۔ سعدیہ کو لگ رہا تھا کہ اسکی سانسیں بند ہو جائیں گی اسکی سانسوں کی گرم تپش اسکی گردن کو جلا رہی تھی وہ اسی قربت میں مچھلی کی طرح تڑپ رہی تھی۔

اگلی دفعہ جانے کا مت کہنا ورنہ سزا اس سے کہیں زیادہ ہوگی۔

اچھا جی ہمیں تو بس یہ پتہ ہے کہ فحال یہ لپ سٹک آپکو ابھی نہیں لگانی چاہیے تھی۔ وہ ذومعانی انداز میں بولا

کلک۔۔۔۔۔ کیا مطلب۔۔۔۔۔ نو۔۔۔۔۔ نہیں ارہم بالکل نہیں اتنی مشکل سے تیار ہوئی ہوں
میں۔ وہ اسکے ارادے سمجھ چکی تھی۔

تو کیا ہوا دوبارہ ہو جانا میرے لیئے ہی ہونا ہے۔ وہ اسکو خود کے قریب کرتا بولا
اس سے پہلے کہ وہ اس کے مزید قریب آتا اس نے زور سے پاؤں اس کے پاؤں پر دے مارا اور
کمرے میں اسکی پائل کی آواز گونجی۔

شٹ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ یہ لڑکی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ وہ فوراً پیچھے ہوا۔
وہ اسے آنکھ مارتی ہوئی کمرے سے باہر بھاگ گئی۔

* * * * *

ختم شد